فلسفہ
موت وحیات
تالیف
علامہ مولانا ابوحمزہ محمد عمران مدنی مدظلہ العالی
مدرس جامعۃ النور ومفتی دارالافتاء محمدی
ناشر
المشکوٰۃ ریسرچ انسٹیٹیوٹ

فلسفہ موت وحیات

یہ ایک حقیقت ہے کہ جب تک کسی چیز کی کماحقُّہ قدر و قیمت کا اندازہ نہ ہو، اُس وقت تک اُس کا نہ تو صحیح طور پر استعمال کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی اُس سے صحیح طور پر فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ اس حقیقت کو اس حکایت سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے۔ کہتے ہیں کہ ایک بادشاہ اپنے ساتھیوں کے ساتھ ایک باغ کے پاس سے گزرا اُس نے دیکھا کہ باغ کے اندر سے کوئی شخص چھوٹے چھوٹے پتھر پھینک رہا ہے۔ اتفاقی طور پر ایک پتھر بادشاہ کو بھی آ لگا۔ بادشاہ نے اپنے خادمین کو اس سمت دوڑایا، کچھ ہی دیر میں خادمین ایک شخص کو لے کر حاضر ہوئے۔ بادشاہ نے اُس سے دریافت کیا: تم یہ کیا کر رہے تھے؟ اس نے کہا: مجھے ایک ویران مقام پر کچھ پتھر نظر آئے، میں نے انہیں اٹھالیا، اور چلتے چلتے اس باغ میں آ گیا، اور اِن کے ذریعے سے پھل توڑنے کی کوشش کر رہا تھا۔ بادشاہ نے کہا: کیا تمہیں ان پتھروں کی قدر و قیمت کا اندازہ ہے؟ اس نے کہا: نہیں! بادشاہ نے کہا: یہ پتھر حقیقتاً قیمتی ہیرے تھے، جنہیں تم نے غفلت اور نادانی میں ضائع کر دیا۔

ہمارا بھی حال کچھ ایسا ہی ہے حیات کا متاعِ گراں اللہ تعالی نے بے طلب ہمیں دے رکھا ہے، لیکن ہمیں اس کی اہمیّت کا احساس نہیں ہے۔ اللہ تعالی کا کلام ہمیں جھنجھوڑ رہا ہے:

﴿اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (۱)

ترجمہ: تو کیا یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تمہیں بیکار بنایا اور تمہیں ہماری طرف پھرنا نہیں۔

ہماری زندگی کا مقصد کھیل تماشہ نہیں، لہو ولعب میں اشتغال تو ناسمجھ بچّوں کا کام ہے، دانا ہونے کا دعوی کرنے کے باوجود ایسی نادانی کرنا، انمول ہیروں کا خزانہ ایسے ہی ضائع کر دینا، آخر کیوں؟ حقیقت یہ ہے کہ ہم نے اپنی حقیقت کو نہیں پہچانا، اپنی صحیح قدر و منزلت کو نہیں جانا۔ فی الواقع ہمیں نہیں معلوم کہ ہماری زندگی کتنی قیمتی ہے، ہم نہیں جانتے کہ ہمارے

۱۔ المومنون:۲۳/۱۱۵

سانس کس قدر انمول ہیں، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ اِنَّمَا نَعُدُّ لَهُمْ عَدًّا﴾ (۲)

ترجمہ: تو ہم ان کی گنتی پوری کرتے ہیں۔

حضرتِ سَیِّدُنا امامِ حسن بصری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں: جلدی کرو! جلدی کرو! تمہاری زندگی کیا ہے؟ یہ سانسیں ہی تو ہیں کہ اگر یہ رُک جائیں تو تمہارے اُن اَعمال کا سلسلہ مُنقَطِع ہو جائے، جن سے تم اللہ عَزَّ وَجَلَّ کا قُرب حاصل کرتے ہو۔ اللہ عَزَّ وَجَلَّ رَحم فرمائے اُس شخص پر جس نے اپنے اَعمال کا جائزہ لیا اور اپنے گناہوں پر کچھ آنسو بہائے۔(۳)

یہ ایک مسلَّمہ حقیقت ہے کہ جس انسان کو اپنی زندگی کی قدر و منزلت کا علم نہ ہو، جو اپنی زندگی کی قیمتی گھڑیوں کو ضائع کرنے میں مشغول ہو، وہ کامیابی و کامرانی کا کبھی منہ نہیں دیکھ پاتا، بلکہ ایسا شخص ہمیشہ غفلت کی اندھیریوں میں گم رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بے شمار نعمتیں عطا فرمائی ہیں، خود فرماتا ہے:

﴿ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا﴾ (۴)

ترجمہ: اور اگر اللہ کی نعمتیں گنو، تو شمار نہ کر سکو گے۔

نیز اللہ تعالیٰ نے یہ جمیع اشیاء، انسان کی منفعت کے لیے پیدا فرمائی ہیں۔ فرماتا ہے:

﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا﴾ (۵)

ترجمہ: وہی ہے جس نے تمہارے لیے بنایا جو کچھ زمین میں ہے۔

یوں تو اللہ ربّ العالمین کی گوناگوں نعمتوں سے حضرتِ انسان مُتَمتِّع ہو رہا ہے، اور یہ تمام ہی نعمتیں نہایت گرانقدر اور بے بہا ہیں، لیکن وہ پاک و بلند ذات جو خلّاقِ دو عالَم ہے، اُس نے اپنی نعمتوں کا نعم البَدَل بھی پیدا فرمایا ہے، اس حقیقت کو اس طرح سمجھئے کہ ایک شخص جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی بے حد نعمتوں سے سرفراز فرمایا ہے، اس کے پاس رہنے کے لیے بلند

۲۔ مریم: ۸۴/۱۹
۳۔ اتحاف السّادة المتقین ۷۱/۱۴
۴۔ إبراهیم: ۳۴/۱۴
۵۔ البقرة: ۲۹/۲

و بالا، آسائشِ زندگی سے مملو (پُر) خوبصورت اور کشادہ مکان بھی ہے، سفر کے لیے عمدہ ترین کار بھی ہے، خوبصورت و خوب سیرت فرمانبردار بیوی بھی ہے، ایک حسین و جمیل بیٹا بھی ہے۔ یقیناً اللہ کریم جلّ وعَلا کی عطا کردہ یہ تمام ہی نعمتیں انتہائی قیمتی ہیں، بڑی بیش بہا ہیں لیکن اللہ ربّ العالمین نے ان کا نعم البَدَل بھی پیدا فرمایا ہے۔ اگر بندے کو عطا کردہ یہ نعمتیں سَلب کر لی جائیں، تو بلا شبہ قادرِ مطلق کی رحمت سے بعید نہیں کہ وہ اپنے بندے کو پہلے سے زیادہ خوبصورت اور وسیع مکان عطا فرما دے، اُس کے فضل و کرم سے بعید نہیں کہ وہ پہلے سے زیادہ صفاتِ حسنہ سے مُتّصف رفیقِ حیات اپنے بندے کو عطا کر دے، اس وہّابِ مُطلَق کی عطا سے بعید نہیں کہ وہ اپنے بندے کو خوبصورت اور سعادت مند لڑکے سے پھر نواز دے۔ اُس پروردگار نے اپنی نعمتوں کا نعم البدل بھی تیار کر رکھا ہے، لیکن خالقِ کائنات کا نظامِ قدرت ہے کہ اس نے انسان کو دنیاوی زندگی کی جو نعمت عطا فرمائی ہے، اگر بندہ اس عظیم نعمت کو غفلت میں گزار دے، اپنی حیاتِ مُستعار گناہوں کی آلودگیوں کی نذر کر دے، اور موت سے ہمکنار ہونے کے بعد دوبارہ دنیاوی حیات عطا کیے جانے کا سوال کرے تو اس کا یہ سوال پورا نہیں کیا جائے گا۔

یہ ایک تلخ حقیقت ہے کہ زندگی کا جو سانس ایک بار ہم نے لے لیا، وہ کسی قیمت پر ہم دوبارہ حاصل نہیں کر سکتے۔ جو دن گزار چکے، لاکھوں کروڑوں خرچ کر کے بھی ہم اسے واپس نہیں لا سکتے۔ جو شب ہم گزار چکے کتنے ہی جتن کر لیے جائیں، اب وہ دوبارہ مُیَسَّر نہیں آ سکتی۔

حضرت ابو عمران الجونی بیان کرتے ہیں: جو بھی رات آتی ہے صدا دیتی ہے: اپنی طاقت بھر جو نیکی کرنی ہے کر لو! اب قیامت کے دن تک میں تمہارے پاس لوٹ کر نہ آؤں گی۔(۶)

امام مجاہد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: جو دن بھی دنیا سے ختم ہوتا ہے، وہ یوں کہتا ہے: تمام خوبیاں اللہ کو، جس نے مجھے دنیا اور دنیا والوں سے راحت بخشی۔ پھر اُسے لپیٹ دیا جاتا ہے۔ اور قیامت کے دن تک کے لیے اس پر مہر کر دی جاتی ہے، حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ ہی اُس کی مہر

۶۔ البدور السّافرة فی أحوال الآخرة، برقم: ۲۳۸، ص ۱۳۹

کھولے گا۔(۷)

امام مجاہد علیہ الرحمہ بیان کرتے ہیں: ہر آنے والا دن یہی کہتا ہے: اے ابنِ آدم! آج میں تیرے پاس آچکا ہوں، پھر آج کے بعد دوبارہ لوٹ کر کبھی تمہارے پاس نہ آؤنگا۔ پس تو دیکھ لے تو مجھ میں کیا عمل کر رہا ہے؟ اور ہر آنے والی رات بھی یہی کہتی ہے۔(۸)

ہمارے شب و روز یوں گزر رہے ہیں، گویا کہ ہم آوارہ گرد مسافر ہیں، جس کی منزل متعین نہیں ہے، جس کے پیش نظر کوئی مقصد نہیں۔ ہماری حالت اُس نادان بچے کی سی ہے، جس نے عقل وشعور کے زینے پر قدم نہ رکھا ہو، جو کھیلتے وقت گراں اور اَرزاں شے کے مابین فرق نہیں کر پاتا، اُس کے ہاتھ میں آنے والی شے خواہ قیمتی ہو یا سستی وہ اُسے لیے اپنے کھیل میں مشغول رہتا ہے۔ اسی نا سمجھ بچے کی مانند ہم بھی اپنی حیات کے متاعِ گراں کو کھلونا سمجھ بیٹھے ہیں، ہم صبح سے لے کر شام تک کا وقت یونہی گزار لیتے ہیں، پھر شام سے صبح ہو جاتی ہے ہمیں احساس تک نہیں ہو پاتا کہ ہم نے دن کیسے گزارا، اپنی قیمتی رات کو کس طرح دوستوں کے جھرمٹ میں بیٹھ کر فضول، بے سروپا باتوں میں برباد کر دیا۔ یقیناً اللہ تعالیٰ نے انسان کو بیکار و عبث پیدا نہیں فرمایا، لیکن انسان کی حیات و موت کا فلسفہ کیا ہے؟ انسان کیا دنیا میں فقط کھانے، پینے، سونے، شادی کرنے اور مال و دولت کمانے کے لیے آیا ہے؟ یا اسے دنیا میں کسی اور عظیم مقصد کے لیے بھیجا گیا ہے؟

فلسفہ موت وحیات قرآن کی روشنی میں

آیئے ہم قرآن مجید سے اِس فلسفہ موت وحیات کو سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اللہ ربّ العالمین عزّ وجلّ ارشاد فرماتا ہے:

﴿تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (۹)

۷۔ البدور السافرة في أحوال الآخرة، برقم: ۲۳۹، ص ۱۴۰

۸۔ البدور السافرة في أحوال الآخرة، برقم ۲۴۰: ص ۱۴۰

۹۔ الملک: ۶۷/۱۰۲

ترجمہ: نہایت بابرکت ہے وہ ذات، جس کے دستِ قدرت میں بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا ہے، تاکہ وہ تمہیں جانچے، کہ تم میں سے باعتبارِ عمل کون زیادہ اچھا ہے۔

ایک مقام پر سِرِّ حیات سے یوں پردہ اٹھایا گیا ہے:

﴿وَ ھُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ وَّ کَانَ عَرْشُہٗ عَلَی الْمَآءِ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (۱۰)

ترجمہ: اور وہی ہے، جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا فرمایا، اور اس کا عرش پانی پر تھا، تاکہ وہ تمہیں آزمائے کہ تم میں سے باعتبارِ عمل کون زیادہ اچھا ہے۔

ایک مقام پر ہماری پیدائش کا راز یوں آشکار فرمایا ہے:

﴿ثُمَّ جَعَلْنٰکُمْ خَلٰٓئِفَ فِی الْاَرْضِ مِنْۢ بَعْدِھِمْ لِنَنْظُرَ کَیْفَ تَعْمَلُوْنَ﴾ (۱۱)

ترجمہ: پھر ہم نے ان کے بعد تمہیں زمین میں جانشین کیا کہ دیکھیں تم کیسے کام کرتے ہو۔

ایک مقام پر فرمادیا:

﴿اِنَّا جَعَلْنَا مَا عَلَی الْاَرْضِ زِیْنَۃً لَّھَا لِنَبْلُوَھُمْ اَیُّھُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ (۱۲)

ترجمہ: بے شک ہم نے زمین کا سنگار کیا جو کچھ اس پر ہے کہ انہیں آزمائے کس کے کام بہتر ہیں۔

خلاصۂ آیات: مذکورہ بالا آیاتِ مبارکہ انسان کے فلسفۂ موت وحیات کو واضح کر رہی ہیں کہ یہ موت وحیات کا تسلسل عبث نہیں ہے، انسان اس رزم گاہِ حیات میں صرف کھا پی کر جان بنانے، شادی کر کے گھر بسانے اور کام کر کے پیسہ کمانے کے لیے نہیں آیا۔ یہ دنیا کا بناؤ سنگھار، اسکی زیب وزینت اس لیے نہیں کہ دل اس میں لگایا جائے بلکہ یہ تو امتحان در

۱۰۔ ھود: ۱۱/۷

۱۱۔ یونس: ۱۰/۱۴

۱۲۔ الکہف: ۱۸/۷

امتحان کی صورت ہے۔موت وحیات کی پیدائش سے مقصود ابتلاء وامتحان ہے اللہ تعالیٰ موت وحیات کے اس تسلسل سے ہماری آزمائش کررہا ہے کہ ہم اس کی نعمتوں کا اعتراف کرتے ہیں ،اس کی نعمتوں کی قدر کرتے ہیں، یا اس کی نعمتوں کو اس کی معصیت کے کاموں میں صَرف کر کے کفرانِ نعمت کا گھناونا جرم کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا﴾ (۱۳)

ترجمہ: بیشک ہم نے انسان کو ایک مخلوط نطفہ سے تخلیق فرمایا تاکہ ہم اُسے جانچیں۔پس ہم نے اُسے سننے والا اور دیکھنے والا بنادیا۔ہم نے اسے راستہ دکھایا، اب چاہے شکرگزار بنے یا ناشکرا۔

اللہ تعالیٰ ہماری صبحوں سے بھی واقف ہے، اور ہماری شامیں بھی اُس سے پوشیدہ نہیں۔ وہ ہمارے ظاہر کا بھی علم رکھتا ہے، اور ہمارے باطن کا بھی۔ نہ تو ہماری خلوتیں اُس سے پردۂ خفاء میں ہیں، اور نہ ہی ہماری جلوتیں اُس کے احاطۂ علم سے باہر ہیں۔اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ (۱۴)

ترجمہ: بیشک تمہارے رب کی نظر سے کچھ غائب نہیں۔

ہمارے امتحان کا سلسلہ جاری ہے۔ہم میں سے ہر شخص غور کرے کہ وہ کس کام کے لیے بھیجا گیا ہے؟ اور کیا کام کررہا ہے؟

بہر حال موضوع پر مزید کلام کرنے سے قبل مناسب معلوم ہوتا ہے کہ موت وحیات کا معنیٰ اور اَقسام کو ذکر کیا جائے۔فنقول وباللّٰہ التوفیق

موت اور حیات کے معانی

موت اور حیات باہم متقابل ہیں، اِسی بناء پر اُن کا معنیٰ اَضداد کے اعتبار سے کیا

۱۳۔ الدّھر:۲۰۳/۷٦
۱۴۔ الفجر:۱۴/۸۹

جاتا ہے۔

موت کے معانی

(۱) گھاس پھوس، نباتات وغیرہ میں موجود نشو ونما کی قوت وطاقت کو ختم کردینا۔جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوا:

﴿وَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا﴾ (۱۵)

ترجمہ: زمین کی موت کے بعد وہ اُسے زندہ کرتا ہے۔

(۲) حواس کی طاقت کو زائل کردینا جیسا کہ حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی دعا قرآنِ عظیم میں حکایت کی گئی ہے:

﴿قَالَتْ یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا﴾ (۱٦)

ترجمہ: بولی: کاش! اس سے قبل میں مرچکی ہوتی۔

(۳) جو رنج وغم زندگی سے ناامید و مایوس کردے، اور حواس کو معطّل کرکے رکھ دے۔اس پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے جیسا کہ قرآن عظیم میں ارشاد ہوا ہے:

﴿وَیَاْتِیْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا هُوَ بِمَیِّتٍ﴾ (۱۷)

ترجمہ: جہنّمی کو ہر جگہ سے موت آئیگی، اور وہ مرنے والا نہیں۔

(۴) قوّتِ عاقلہ کو زائل کرنے پر بھی موت کا اطلاق ہوتا ہے، چنانچہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّكَ لَا تُسْمِعُ الْمَوْتٰى﴾ (۱۸)

ترجمہ: بیشک آپ مُردوں (بے عقل لوگوں) کو نہیں سناسکتے۔

(۵) نیند کو بھی موت کہتے ہیں جو کہ ہوش وحواس کو عارضی طور پر معطل کرکے رکھ دیتی ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے:

۱۵۔ الروم:۱۹/۳۰
۱٦۔ مریم:۲۳/۱۹
۱۷۔ إبراهيم:۱۷/۱۴
۱۸۔ النمل:۸۰/۲۷

﴿وَ هُوَ الَّذِیْ یَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّیْلِ﴾ (١٩)

ترجمہ: اور وہی ہے جو رات میں تم پر موت (نیند) طاری کر دیتا ہے۔

(٢) قوّتِ حیوانیہ کا زائل ہو جانا، اور روح وجسم میں مفارقت ہو جانا اسے بھی موت کہتے ہیں، چنانچہ قرآن عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

﴿اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ (٢٠)

ترجمہ: بیشک آپ کو بھی موت آنی ہے اور بلا شبہ انہیں بھی مرنا ہے۔

حیات کے معانی

(١) حیوانات ونباتات میں موجود نشو ونما پر حیات کا اطلاق ہوتا ہے اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے:

﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ﴾ (٢١)

ترجمہ: اور ہم نے ہر جاندار چیز پانی سے بنائی۔

(٢) حواسِ خمسہ ظاہرہ اور حواسِ خمسہ باطنہ پر بھی حیات کا اطلاق ہوتا ہے چنانچہ اللہ جلّ و علا نے ارشاد فرمایا:

﴿وَمَا یَسْتَوِی الْاَحْیَآءُ وَ لَا الْاَمْوَاتُ﴾ (٢٢)

ترجمہ: اور زندہ اور مردے برابر و یکساں نہیں۔

(٣) قوّتِ عاملہ وعاقلہ کو بھی حیات کہا جاتا ہے، اللہ عزّ وجلّ کا فرمان ہے:

﴿اَوَمَنْ كَانَ مَیْتًا فَاَحْیَیْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا یَّمْشِیْ بِهٖ فِی النَّاسِ﴾ (٢٣)

ترجمہ: اور کیا وہ کہ مردہ تھا، تو ہم نے اُسے زندہ کیا، اور اُس کے لیے نور کر دیا، جس سے وہ لوگوں میں چلتا ہے۔

(٤) دنیاوی تفکّرات وخیالات، اور غم وآلام کے زائل ہو جانے کو بھی، حیات کہتے ہیں۔

١٩۔ الأنعام:٦/٦٠
٢٠۔ الزمر:٣٩/٣٠
٢١۔ الأنبياء:٢١/٣٠
٢٢۔ الفاطر:٣٥/٢٣
٢٣۔ الأنعام:٦/١٢٢

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ قُتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْیَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ یُرْزَقُوْنَ﴾ (٢٤)

ترجمہ: اور جو لوگ اللہ تعالیٰ کے رستے میں مارے جائیں، انہیں ہرگز مردہ گمان نہ کرو! بلکہ وہ اپنے ربّ عزّ وجلّ کے پاس زندہ ہیں۔

(٥) اُخروی حیات جو، ابدی ہوگی، جیسا کہ قرآن عظیم میں ہے:

﴿وَ اِنَّ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ لَهِیَ الْحَیَوَانُ﴾ (٢٥)

ترجمہ: بلا شبہ دارِ آخرت کی زندگی ہی درحقیقت زندگی ہے۔

(٦) وہ حیات جس سے اللہ تعالیٰ کی ذات موصوف ہے، جس پر موت کا آنا ممکن ہی نہیں، اللہ جلّ مجدہٗ کا فرمان عالیشان ہے:

﴿اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ﴾ (٢٦)

ترجمہ: اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، جو ہمیشہ زندہ ہے، اور سب کو قائم رکھنے والا ہے، نہ اسے نیند آتی ہے نہ ہی اونگھ۔

موت کیا ہے

امام ابو عبد اللہ محمد بن احمد قرطبی متوفّٰی ٦٧١ھ اس حوالے سے رقمطراز ہیں: علماء فرماتے ہیں: موت عدم وفنا کا نام نہیں ہے، بلکہ موت روح وجسم کا تعلق منقطع ہو جانے، اور روح وجسم کے مابین حائل پردے کے زائل ہو جانے، اور ایک مقام سے دوسرے مقام کی طرف منتقل ہو جانے کا نام ہے۔(٢٧)

٢٤۔ آل عمران:٣/١٦٩
٢٥۔ العنكبوت:٢٩/٦٤
٢٦۔ البقرة:٢/٢٥٥
٢٧۔ التذكرة في أحوال الموتى وأمور الآخرة، باب النّهي عن تمنّي الموت ص ٤

انسانی موت کی تاریخ

محمد بن منکدر علیہ رحمۃ اللہ المقتدر بیان کرتے ہیں: ''حضرت آدم علیہ السّلام کے ایک بیٹے کا انتقال ہوگیا تو آپ علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا: ''اے حوا! تیرے بیٹے کو موت نے آلیا ہے''۔ حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا بولیں کہ موت کیا ہوتی ہے؟ تو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسّلام نے جوابًا فرمایا: ''اب تیرا بیٹا نہ کھا سکے گا، نہ ہی کچھ پی سکے گا، نہ ہی کھڑا ہو سکے، اور نہ بیٹھ سکے گا''۔ یہ سن کر حضرت حوا رضی اللہ تعالیٰ عنہا رونے لگیں، تو حضرت آدم علیہ الصلوۃ والسّلام نے فرمایا: یہ رونا تم پر اور تمہاری بیٹیوں پر رہا، میں اور میرے بیٹے اس رونے سے بَری ہیں۔(۲۸)

موت کو پیدا کرنے کی حکمت

مروی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السّلام کی پشت پر اپنا (بے کیف) یدِ قدرت پھیرا، اور اس سے آدم علیہ السّلام کی ذرّیّت کو نکالا تو ملائکہ نے عرض کی: اے پروردگار! زمین میں ان کی گنجائش نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: میں موت کو پیدا کرنے والا ہوں، تو انہوں نے کہا: تب تو ان کی زندگی مُکَدّر اور گدلی ہوجائے گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: بے شک میں امید کو پیدا کرنے والا ہوں۔

علامہ قرطبی اس روایت کے تحت فرماتے ہیں: انسان کے دل میں امید کو پیدا کرنا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے رحمت ہے۔ امید ہی سے ذرائعِ معاش کا انتظام، وانصرام ہوتا ہے۔ اور امید ہی سے دنیا کے معاملات کو استحکام حاصل ہوتا ہے، کاریگر اور صنعت کار اپنی صنعت و حرفت کو امید ہی کے سہارے قائم کرتا ہے۔ ایک عبادت گزار امید پر ہی عبادت میں مشغول رہتا ہے۔ اور جس امید اور آرزو کی مذمّت کی گئی ہے، اُس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایسی لمبی اور دراز امیدیں باندھے کہ اپنی آخرت کو پسِ پشت ڈال دے، اور دنیا میں ایسا کھو جائے، کہ اپنی عاقبت کی یاد سے غافل، اور اعمالِ صالحہ سے لاپرواہ ہوجائے۔(۲۹)

۲۸۔ التذکرة فی أحوال الموتی وأمور الآخرة، باب النّهی عن تمنّی الموت ص ٥
۲۹۔ التذکرة، باب فی نسیان أهل المیّت میّتهم الخ، ص ۱۲۱

حضرت حسن بصری رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ غفلت اور امید بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابنِ آدم پر دو عظیم انعام ہیں۔ کیونکہ اگر غفلت اور اُمید کا وجود نہ ہوتا، تو پھر کوئی مسلمان سڑکوں پر اور بازاروں میں گھومتا پھرتا نظر نہ آتا۔(۳۰)

آپ کے ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ اگر لوگوں میں اس قدر بیداری پیدا ہوجائے، کہ اُن کی امیدیں ختم ہوجائیں، اور موت کا خوف اُن پر ایسا چھا جائے کہ وہ اپنے معاش کی طرف نظر ہی نہ کریں، اور زندگی کے دیگر لوازمات اور ضروریات کے حصول سے الگ ہوجائیں، تو ظاہر ہے کہ وہ ہلاک ہوجائیں گے۔ اس لیے غفلت اور امیدِ زندگی بھی، بہت بڑا انعام خداوندی ہے۔(۳۱)

اور اسی مفہوم کا ایک مقولہ مطرف بن عبداللہ رحمہ اللہ سے بھی منقول ہے۔ فرمایا کہ اگر مجھے معلوم ہوجاتا کہ میں کب مروں گا، تو مجھے اپنی عقل کے زائل ہوجانے کا اندیشہ تھا۔ لیکن اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنے بندوں پر یہ احسان فرمایا کہ ان کو موت سے غافل فرمادیا ہے۔ اور اگر غفلت نہ ہوتی، تو زندگی کا کوئی لُطف اور مزہ نہ ہوتا، اور نہ ہی بازاروں کی رونقیں ہوتی، اور نہ بازاروں میں لوگوں کی یوں گہما گہمی، یہ سب رونق غفلت کے سبب ہیں۔(۳۲)

موت وُجودی ہے، یا عدمی؟

یہ امر تو بیان ہو چکا کہ موت فناءِ محض نہیں، بلکہ موت ایک دار سے دوسرے دار کی طرف منتقل ہونے کا نام ہے۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ موت ایک حِسّی اور وجودی صفت کا نام ہے، یا معقول عدمی شے کا نام ہے؟ ہم اس ضمن میں شیخ الاسلام احمد بن محمد بن علی بن حجر ہیتمی مکّی متوفی ۹۷۴ھ کی تحقیق نقل کرتے ہیں: ''علماء کا اس امر میں اختلاف ہے کہ موت ایک وجودی صفت کا نام ہے، یا یہ معقول عدمی ہے۔ اس بارے میں ایک قول یہ ہے کہ موت

۳۰۔ قصر الأمل، الجزء الاوّل، برقم: ۲۲ ص ۲۳
أیضاً التذکرة، باب فی نسیان أهل المیّت میّتهم الخ، ص ۱۲۱
۳۱۔ أیضًا
۳۲۔ قصر الأمل، الجزء الاوّل، برقم: ۲۳ ص ۲٤
أیضاً التذکرة، باب فی نسیان أهل المیّت میّتهم الخ، ص ۱۲۱

ایک معنوی شے ہے، جو اللہ تعالیٰ اجسام میں پیدا فرما دیتا ہے۔ اور یہ حیات کی ضد ہے۔ اللہ تعالیٰ کا موت وحیات سے متعلق یہ فرمان عالیشان ہے:

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوۃَ﴾ (۳۳)

ترجمہ: اور جس نے موت اور زندگی کی تخلیق فرمائی۔

اور عدم غیر مخلوق ہے اور کہا گیا ہے کہ موت عدم محض ہے اور آیت میں مذکور لفظ ''خلق'' بمعنی ''تقدیر'' ہے کہ ''خلق'' کا اطلاق ان دونوں معانی پر ہوتا ہے۔ اس امر پر علماء کا اتفاق ہے کہ موت نہ تو جسم ہے، اور نہ ہی جوہر ہے۔ اور رہی وہ حدیثِ پاک کہ جس میں آیا ہے: موت کو مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا الخ۔ یہ بابِ تمثیل سے ہے۔ موت صفتِ وجودی ہے، یا معقول معنوی ہے؟ اس حوالے سے درست ترین قول یہ ہے کہ موت ایک امرِ وجودی ہے جس کے پیدا ہونے سے بندہ کا ایک گھر سے دوسرے گھر کی طرف منتقل ہونا مقترن (ملا ہوا) ہے۔ اس بات پر تمام علماء متفق ہیں کہ ارواح کو فنا نہیں ہے، وہ باقی رہتی ہیں، ان پر موت اثر انداز نہیں ہوتی، اب ارواح یا تو اللہ تعالیٰ کی ابدی اور ہمیشہ رہنے والی نعمتوں میں جگہ پائیں گی، یا اللہ تعالیٰ کے دردناک عذاب کا شکار بن جائیں گی۔ اور جبکہ موت ایک امر وجودی ہے تو یہ دنیاوی اور اُخروی ادراکات کے مخالف ہے۔ اور کہا گیا ہے کہ موت فقط دُنیوی ادراکات کے مخالف ہے۔ لیکن اس قول کا رد یوں کیا گیا ہے کہ معقول الادراک ہونا کوئی علیحدہ علیحدہ نہیں کہ دُنیوی ادراک الگ ہو، اور اخروی ادراک الگ ہو۔ (۳۴)

شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی مذکورہ بالا حدیث پاک: موت کو مینڈھے کی صورت میں لایا جائے گا الخ پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں: موت عرض ہے کہ موت، حیات کی ضد کا نام ہے۔ بعض معتزلہ نے کہا: وہ (موت) معنوی شے نہیں بلکہ موت، حیات کا عدم ہے، لیکن ان کا یہ قول درست نہیں ہے کہ اللہ ربّ العالمین ارشاد فرماتا ہے:

۳۳۔ الملک: ۶۷/۲

۳۴۔ الفتاوی الحدیثیۃ، مطلب: ھل الموت وجودیّ ،أم عدمیّ ،رقم السّوال: ۷۲ ،ص ۱۶۵

﴿الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَیٰوۃَ﴾ (۳۵)

ترجمہ: اللہ عزّ وجلّ نے موت اور زندگی کو پیدا فرمایا۔

اس حدیثِ پاک پر اعتراض ہے کہ موت جسم نہیں، تو اس کا ذبح کیا جانا کیسے ہوگا؟ اور کس طرح ہوگا؟ پس اس حدیثِ پاک کی تاویل یہ کی جائیگی کہ اللہ تعالیٰ بطورِ تمثیل ایک جسم کو پیدا کرکے، اس کو ذبح کرے گا، تاکہ اہلِ آخرت پر یہ خوب واضح ہو جائے کہ اب موت کو یہاں راہ نہیں۔ (۳۶)

موت وحیات کے ادوار

موت وحیات کے کتنے اَدوار انسان پر گزرتے ہیں، اس ضمن میں شیخ الاسلام ابن حجر ہیتمی مکی علیہ رحمۃ اللہ القوی فرماتے ہیں: شارع علیہ الصلوۃ والسّلام نے اس بات کی خبر دی ہے کہ انسان کی زندگی کے چھ ادوار ہیں۔

(۱) پہلا دَور: ﴿اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ﴾ کے عہد کا دن جب بنی آدم کو چیونٹیوں کی شکل میں حضرت آدم علیٰ نبینا وعلیہ الصّلوۃ والسّلام کی پشت سے نکالا گیا تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ معاملہ دو مرتبہ ہوا ہے۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ بغیر اجسام کے فقط انسانوں کی روحیں تھیں۔ اہلِ سنّت کے نزدیک حق یہ ہے کہ وہ چیونٹیوں کی شکل میں موجود انسان تھے، جو جسم وروح سے مرکب تھے۔

(۲) دوسرا دَور: دُنیوی حیات جس سے ہر ایک واقف ہے، جو مشہور ومعروف ہے۔

(۳) تیسرا دَور: قبر کی حیاتی کہ مُردے کو فرشتوں کے سوالات کے لیے آتے وقت قبر میں زندہ کر دیا جاتا ہے۔

(۴) چوتھا دَور: ابراہیمی اِحیاء، یہ زندگی اس وقت عطا کی گئی جبکہ حضرت سیدنا ابراہیم علیہ الصّلوۃ والسّلام نے کعبۃ اللہ کی عمارت تعمیر کرتے وقت اللہ تعالیٰ کے حکم سے ندا کی تھی، آگاہ ہو جاؤ! بیشک تمہارے ربّ عزّ وجلّ نے تمہارے لیے ایک گھر تعمیر کیا ہے، اس کا حج کرو۔

(۵) پانچواں دَور: اس دَور کو احیاءِ محمدی کہتے ہیں امام قشیری علیہ الرحمۃ نے ذکر کیا کہ

۳۵۔ الملک: ۶۷/۲

۳۶۔ اکمال اکمال المعلم، کتاب الجنّۃ وصفۃ نعیمھا واھلھا، باب (۱۳) باب النّار یدخلھا الجبّارون۔ الخ، ۹/۲۹۴۔۲۹۳

حضرت موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام نے بارگاہِ خداوندی میں عرض کیا: اے میرے ربّ عزّ وجل! بیشک میں توریت میں ایک اُمّت کو دیکھتا ہوں، جن کی اناجیل (آسمانی کتاب) ان کے سینوں میں ہوگی۔ یہ کون لوگ ہوں گے؟ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''یہ امتِ محمدی ہے''۔ پھر اللہ تعالیٰ اِس اُمّت میں موجود بہترین خصائل بیان فرمائے حتّٰی کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام کو اس اُمّت سے ملاقات کرنے کا اشتیاق ہوا، تو اللہ تبارک وتعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ''تم اُن سے نہیں مل سکتے، البتہ اگر تم چاہو تو میں انکی آوازیں تمہیں سنوا دیتا ہوں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ہامی بھرنے پر اللہ تعالیٰ نے اُمّتِ محمدی کو جو کہ اپنے آباء واَجداد کی پشتوں میں تھے، ندا فرمائی، اس ندا کے جواب میں اُمّتِ محمدی نے عرض کیا: ''اے ہمارے ربّ عزّ وجل! ہم حاضر ہیں!''. پس اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: تمہارے سوال کرنے سے قبل میں نے تمہیں عطا کر دیا، تمہارے طلبِ مغفرت سے پہلے میں نے تمہیں بخش دیا۔

(۶) **چھٹا دَور**: اِحیاءِ ابدی جو موت کو ذبح کر دینے کے بعد آخرت میں ہوگی۔ اس وقت جنّتیوں سے کہا جائے گا: اے جنّتیو! اب ہمیشہ زندہ رہو! کبھی موت نہ آئے گی! اور دوزخیوں سے کہا جائے گا: اے اہلِ دوزخ! اب ہمیشہ زندہ رہو گے! کبھی موت نہ آئے گی! یہ حیات پہلے والے اجسام کو لوٹانے کے ساتھ ہوگی، بلکہ وہ اجسام پہلے سے زیادہ مکمل، وافضل ہوں گے۔

اشکال

بیان کردہ حیات کی اقسام اللہ تعالیٰ کے اِس فرمان کے متضاد ہے:

﴿رَبَّنَآ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ﴾ (۳۷)

ترجمہ: اے ہمارے رب تو نے ہمیں دو بار مردہ کیا اور دو بار زندہ کیا۔

ازالۂ اشکال

بیان کردہ حیات کی اقسام اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے متضاد نہیں ہے کیونکہ اللہ سبحانہ و

۳۷۔ المومن: ۴۰/۱۱

تعالیٰ نے کفار کا یہ قول نقل کیا ہے کہ کفار یوں کہیں گے۔ کافروں کا جو قول اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے قرآن عظیم میں حکایت فرمایا ہے اگر ہم کفار کے اِس قول کو سچ تسلیم کر لیں تب بھی اِس قول میں حصر نہیں ہے کہ زندگی اور موت دو ہی بار عطا کی گئی، پس موت وحیات کا دو سے زائد ہونا بھی درست ہے اور اگر یہ تسلیم کر لیں کہ کفار کے اِس نقل کردہ قول میں حصر ہے تو اس صورت میں ہم کہیں گے کہ اُن کا یہ قول اُن دو مشہور موت وحیات سے متعلق ہے جس سے ہر ایک واقف ہے۔

فرشتوں کی حیات وممات

فرشتوں کی دو حیات اور دو اموات ہیں۔

پہلا دَور: دنیاوی زندگی اور موت۔

دوسرا دَور: اُخروی زندگی اور موت ہے۔

چوپایوں کی حیات وممات:

چوپایوں کی دو حیات، اور دو اموات ہیں۔ دنیاوی زندگی پھر اس کے بعد موت۔ پھر آخرت میں قصاص کے لیے دوبارہ زندہ کیا جانا جیسا کہ ''صحیح بخاری'' کی روایت میں آیا ہے: ''قصاص پورا ہو جانے کے بعد اُن سے کہا جائے گا: مٹی ہو جاؤ! تو چوپائے مر کر مٹی ہو جائینگے''۔(۳۸)

موت کی یاد

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ دنیا فانی ہے، جو یہاں آیا ہے اسے بہر حال ایک دن یہاں سے کوچ کرنا ہے، کوئی راضی ہو یا ناراض اس سے نظامِ قدرت پر کوئی اثر نہیں پڑتا ''**كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ**'' ایسا موجبہ کلیہ ہے جس کی کلیّت کا کوئی بڑے سے بڑا مُلحِد بھی انکار نہیں کر سکتا۔ لیکن حعذ دلوگ دنیا کی لذّتوں میں مُنہمِک ہونے کی وجہ سے غفلت میں ایسے ڈوبے ہیں کہ

۳۸۔ الفتاوی الحدیثیہ ،مطلب فی انّ الاماتۃ والاحیاء الخ رقم السّؤال: ۷۲،ص ۱۶۶

انہیں موت کا خیال مشکل ہی سے آتا ہے۔

اس حوالے سے لوگوں کو تین اقسام میں تقسیم کیا جاسکتا ہے:

(۱) وہ جو دنیا کی رَعنائیوں ،رنگینیوں ،اور لذتوں میں مشغول ہوتے ہیں، یہ لوگ موت کو اصلاً یاد نہیں کرتے اور اگر کبھی کرتے بھی ہیں، تو افسوس کرتے ہوئے کہ دنیا ہمارے ہاتھ سے چلی جائے گی ، یہ لوگ موت کو ناپسند کرتے ہیں، اس طرح موت کی یاد انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتی بلکہ وہ اللہ تعالیٰ سے مزید دُور ہو جاتے ہیں۔

(۲) جو اپنے گناہوں سے تائب ہو چکے، یہ لوگ موت کا اس لیے کثرت سے ذِکر کرتے ہیں کہ ان کا دل خوفِ خُدا سے بھر جائے ،اور اُن کی توبہ کامل ہو جائے ۔ان حضرات کا موت کو ناپسند کرنا اِس لیے ہوتا ہے کہ کہیں موت زادِ راہ تیار ہونے سے پہلے نہ آ جائے ۔اُن کی مثال اُس شخص کی سی ہے جو محبوب سے ملاقات کو ٹالتا ہے اس لیے نہیں کہ اُسے ملاقات پسند نہیں ، بلکہ اس لیے کہ وہ پوری طرح تیار ہو کر اپنے محبوب سے ملاقات کرنا چاہتا ہے ۔اِن لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ ایسے لوگ ہمیشہ موت کی تیاری میں مصروف رہتے ہیں۔

(۳) جو عارف کامل ہوتا ہے وہ ہمیشہ موت کو یاد کرتا ہے، کیونکہ موت تو محبوب تک پہنچانے والی ہے، ایسے لوگ تو عموماً موت کے منتظر رہتے ہیں، اُن کی آرزو ہوتی ہے کہ گناہ اور معصیت کے گھر سے رہائی پا کر ، جلد از جلد ربُّ العالمین کے جوارِ رحمت میں پہنچ جائیں ۔جیسے کہ بعض حضرات نے موت کی آمد پر کہا: ''جَـاءَ الـحَبِيـبُ عَلىٰ فَاقَةٍ ''محبوب آ تو گیا لیکن انتظار کے بعد۔ ہمیں غور کرنا چاہئے کہ ہمارا تعلّق کس قسم کے افراد سے ہے؟ بقول حضور مفتیٔ اعظم ہند ؎

اچھے جو کام کرنے ہیں کرلو   جان اپنی نہیں پَرائی ہے

موت کو باکثرت یاد کرنے والے کو تین عظیم فوائد حاصل ہوتے ہیں:

(۱) جلد توبہ کرنے کا موقع ملتا ہے۔

(۲) دنیا کا جتنا مال میسر آ جائے اُس پر قناعت حاصل ہوتی ہے۔

(۳) عبادت کا ذوق وشوق حاصل ہوتا ہے۔

اس کے برعکس موت کے فراموش کرنے والے کو بطورِ سزا تین چیزوں کا سامنا کرنا پڑتا ہے:

(۱) توبہ میں ٹال مٹول سے کام لیتا ہے۔

(۲) دنیا خواہ کتنی ہی مل جائے اس کا پیٹ نہیں بھرتا۔

(۳) عبادت میں سستی اور کاہلی کا مرتکب ہوتا ہے۔

حضرت اُبَی بن کَعب رضی اللہ تعالی عنہ روایت کرتے ہیں کہ جب رات کے دو تہائی حصے گزر جاتے تو نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اُٹھتے اور فرماتے :اے لوگو! اللہ کو یاد کرو، ہلا دینے والی چیز آ پہنچی جس سے مُتّصل پیچھے آنے والی آ پہنچی ،موت آ چکی مع اُن تکالیف کے جو اُس میں ہیں ۔(۳۹)

موت آنا، قبر میں اُترنا، ہر شخص کے لیے قیامتِ صغریٰ ہے۔امام اہلِ سنّت فرماتے ہیں

اوترتے چاند، ڈھلتی چاندنی، جو ہو سکے، کر لے
اندھیرا، پاکھ آتا ہے، یہ دو دن کی اُجالی ہے

ہم جب بھی کوئی جنازہ اٹھتے دیکھیں تو ہمیں اپنی موت کو یاد کرنا چاہیے۔بقولِ شاعر ؎

کلیاں مَن میں سوچت ہیں ، جب کلی کوئی کُمھلاوت ہے
جو دن ان پر بیت گیا، وہ کل ہم پر بھی آوت ہے
مالی آیا باغ میں، اور کلیاں کریں پُکار
کِھلی کِھلی سب توڑ لو کل ہم ری ہے بار

یادِ موت کی ترغیب

نبی کریم ﷺ نے اپنی امت کو موت کو پیشِ نظر رکھنے کی تعلیم دی ہے اس حوالہ سے ہم چند احادیث ذِکر کرتے ہیں:

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم

۳۹۔ سُنَن التّرمذی کِتَاب صِفَةِ الْقِيَامَةِ وَالرَّقَائِقِ وَالْوَرَعِ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ، بَاب مَا جَاءَ فِي صِفَةِ أَوَانِي الْحَوْضِ،(۲۳) باب برقم:۲۴۵۷،۳/۳۶۱

نے فرمایا: لذّتوں کو توڑنے والی چیز کو بکثرت یاد کرو، یعنی موت کو۔(٤٠)

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ میں رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے پاس بیٹھا ہوا تھا۔ اسی اثناء میں ایک اَنصاری مرد آیا اور رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو سلام کرنے کے بعد آپ سے پوچھا کہ سب سے افضل مومن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جس کے اخلاق سب سے اچھے ہوں۔ پھر اس نے سوال کیا کہ سب سے عقل مند مومن کون ہے؟ آپ نے فرمایا: جو موت کو سب سے زیادہ یاد رکھے، اور موت کے بعد کے لیے سب سے اچھی تیاری کرے۔ یہ ہیں عقل مند۔ (٤١)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: موت کو بکثرت یاد کرو، وہ گناہوں کو زائل کرتی اور دنیا میں زہد پیدا کرتی ہے۔(٤٢)

آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ نصیحت کرنے، اور ڈرانے کو موت کافی ہے۔(٤٣)

موت کی تمنّا کرنا کیسا؟

یاد رہے کہ دنیا دارُالعمل ہے، اسی دارِفناء میں رہ کر دارُ البقاء کی تیاری کرنا ہمارا مشن ہے۔ دُنیاوی مصائب وتکالیف ہمارے امتحان کا حصہ ہے، ان پریشانیوں اور مشکلات کے آگے ہتھیار ڈال کر، موت کی تمنّا کرنا ہمّت اور جوانمردی کے خلاف ہے۔ شریعتِ مطہّرہ نے بھی اسے ممنوع قرار دیا ہے۔ اس حوالے سے چند احادیثِ طیّبہ ملاحظہ فرمائیں: حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی شخص مصیبت آنے کی وجہ سے موت کی تمنا نہ کرے، اور اگر تمنا ہی کرنی ہے، تو یوں عرض

٤٠۔ سُنَن ابن ماجۃ، کتاب الزُّھد (٣١)۔باب ذِکرِ الْمَوتِ والاستعداد له، برقم:٤٢٥٨، ص٦٩٠

٤١۔ سنن ابن ماجۃ، کتاب الزھد(٣١)۔باب ذِکرِ الْمَوْتِ والإستعداد له ،برقم: ٤٢٥٩، ص٦٩٠

٤٢۔ کشف الخفاء، برقم:٥٠٠، ١/٥١، ١٥٠٠

٤٣۔ مُسند الشِّهاب القضاعی، الباب الثّالث عشر، برقم: ١٤١٠، ص٣:٢

کرے: اے اللہ! جب تک میرے لیے زندگی بہتر ہے، تو زندہ رکھ! اور جب میرے لیے موت میں بہتری ہو، تو موت دے۔(٤٤)

انہی سے دوسری روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی موت کی تمنا نہ کرے، اور اس کو آنے سے پہلے نہ بلائے، کیونکہ جب کوئی مر جاتا ہے، تو اس کے اعمال کا سلسلہ بھی ختم ہو جاتا ہے۔ اور مومن کے لیے زیادتی عمر میں بہتری ہے۔(٤٥)

رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ تم میں کوئی موت کی تمنا نہ کرے، کیونکہ اگر نیک ہے، تو امید ہے کہ اس کی نیکیوں میں اضافہ ہوگا۔ اور اگر بدکار ہے، تو شاید نیکی کی طرف لوٹ آئے۔(٤٦)

حضرت جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم موت کی تمنا مت کرو، کیونکہ نزع کی ہولنا کی سخت ہے، انسان کی عمر دراز ہونا سعادت ہے، ممکن ہے کہ اللہ بندے کو توبہ کرنے کی توفیق عطا فرما دے۔(٤٧)

علامہ نقی علی خان بریلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے ''أحسنُ الوعاء لآدابِ الدُّعاء'' میں فرمایا: رنج ومصیبت سے گھبرا کر اپنے مرنے کی دعا نہ کرے، کہ مسلمان کی زندگی اس کے حق میں غنیمت ہے۔

ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں ایک شخص شہید ہوا، برس دن بعد (ایک سال بعد) اس کا بھائی بھی مر گیا۔ طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے خواب میں اس کو دیکھا کہ شہید سے بہشت میں آگے جاتا ہے، خواب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بیان کیا اور اس کی پیش قدمی (شہید سے آگے جانے) پر تعجب کیا فرمایا: جو پیچھے مرا، کیا اس نے ایک رمضان کا

٤٤۔ صحیح البخاری، کِتَاب الْمَرْضٰی ،١٩۔ بَاب تَمَنِّی الْمَرِیضِ الْمَوْتَ، برقم:٥٦٧١، ص١٠٥٧

٤٥۔ صحیح مسلم، کِتَاب الذِّکْرِ وَالدُّعَاءِ وَالتَّوْبَةِ وَالِاسْتِغْفَارِ،١٣۔بَاب كَرَاهَةِ تَمَنِّي الْمَوْتِ لِضُرٍّ نَزَلَ بِهِ ،برقم:٢٦٨٢،ص:١٠٣٥

٤٦۔ صحیح بخاری، کِتَاب الْمَرْضٰی، بَاب تَمَنِّی الْمَرِیضِ الْمَوْتَ، برقم:٥٦٧٣، ص١٠٥٧

٤٧۔ مُسنَد عبد بن حمید، مُسنَد جابر بن عبد اله رضی الله تعالی عنه، برقم:١١٥٥، ص٣٤٩

روزہ نہ رکھا۔ اور ایک سال کی نماز ادا نہ کی۔ یعنی مقامِ تعجب نہیں کہ اس کی عبادت اس کی عبادت سے زیادہ ہے۔(۴۸)

اے عزیز! وہاں کے لیے کیا جمع کیا، کہ یہاں سے بھاگتا ہے؟ اگر موت کی شدت وسختی سے واقف ہو، تو آرزو کرے، کاش! تمام دنیا کی تکلیف مجھ پر ہو، اور چند روز موت سے مہلت ملے۔

سیدِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فرماتے ہیں: رنج کے سبب سے موت کی آرزو نہ کرو، اگر ناچار ہو جاؤ، کہو:

اَللّٰھُمَّ أَحْیِنِیْ مَا کَانَتِ الْحَیَاۃُ خَیْرًا لِّیْ وَتَوَفَّنِیْ إِذَا کَانَتِ الْوَفَاۃُ خَیْرًا لِّیْ (۴۹)

یعنی: خدایا! مجھے زندہ رکھ جب تک زندگی میرے حق میں بہتر ہے۔ اور مجھے وفات دے، جس وقت موت میرے حق میں بہتر ہو۔

ایک شخص نے پوچھا: بہتر لوگوں کا کون ہے؟ (یعنی لوگوں میں سے بہترین شخص کون ہے؟) فرمایا: ''جس کی عمر دراز ہو، اور کام اچھے۔'' عرض کی: بدتر لوگوں کا کون ہے؟ فرمایا'': جس کی عمر بڑی ہو اور کام بُرے۔ (۵۰)

پس نیکوکار کے واسطے زندگی نعمت اور بدکار کے لیے زندگی نِقمت (سزا)، مگر تمنا موت کی اس خیال سے کہ جس قدر جیونگا (زندہ رہونگا) زیادہ گناہ کرونگا، نادانی ہے، اگر گناہوں کو بُرا جانتا ہے تو ان کے تَرک پر مُستعِد (تیار) ہو، اور عمرِ دراز طلب کرے، تاکہ عبادت وریاضت سے ان کا تدارُک (تلافی) کرے:

﴿إِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْھِبْنَ السَّیِّاٰتِ﴾ (۵۱)

ترجمہ: بے شک نیکیاں برائیوں کو مٹا دیتی ہیں۔

۴۸۔ سنن ابن ماجة، کتاب تعبیر الرّؤیا، باب تعبیر الرّؤیا، برقم: ۳۹۲۵، ص ۶۳۱

۴۹۔ سنن النّسائی، کتاب الجنائز، باب تمنّی الموت، برقم: ۱۸۱۷۔۱۸۱۸، ص ۳۱۱

۵۰۔ المسند للإمام أحمد بن حنبل، برقم: ۱۱۹۷۹، ۴/۲۰۲

۵۱۔ ھود: ۱۱/۱۱۴

حضرت مریم سَلَامُ الله عَلَیْھَا کا فرمانا:

﴿یٰلَیْتَنِیْ مِتُّ قَبْلَ ھٰذَا وَکُنْتُ نَسْیًا مَّنْسِیًّا﴾ (۵۲)

ترجمہ: ہائے! کسی طرح میں اس سے پہلے مرگئی ہوتی، اور بھولی بسری ہو جاتی۔

دعا بَہلاک نہیں بلکہ آرزو اور تمنا زمانہ ماضی کی ہے اور ''رنج ومصیبت سے گھبرانے'' کی قید اس لیے ہم نے ذِکر کی کہ یہ دعا (یعنی مرنے کی دعا) بسببِ شوقِ وصلِ الٰہی واشتیاقِ لقائے صالحین درست ہے۔

حضرت سیدنا یوسف علیہ الصّلوۃ والسّلام دعا کرتے ہیں:

﴿تَوَفَّنِیْ مُسْلِمًا وَّ اَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْنَ﴾ (۵۳)

ترجمہ: مجھے مسلمان اُٹھا! اور ان سے ملا، جو تیرے قربِ خاص کے لائق ہیں۔

اسی طرح جب دین میں فتنہ دیکھے تو اپنے مرنے کی دعا جائز ہے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے منقول ہے:

إِذَا أَرَدْتُّ بِقَوْمٍ فِتْنَۃً فَاقْبِضْنِیْ إِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ (۵۴)

یعنی: اے اللہ! جب تو کسی قوم کے ساتھ عذاب وگمراہی کا ارادہ فرمائے (ان کے اعمالِ بد کے سبب) تو مجھے بغیر فتنے کے اپنی طرف اٹھا۔

حدیث میں ہے: فرماتے ہیں: کوئی تم میں سے موت کی آرزو نہ کرے مگر جب کہ اعتماد نیکی کرنے پر نہ رکھتا ہو۔(۵۵)

قال الرضا: خلاصہ یہ کہ دنیاوی مضرتوں سے بچنے کے لیے موت کی تمنا ناجائز ہے۔ اور دینی مضرّت (دینی نقصان) کے خوف سے جائز کمافی "الدّرّ المختار" (۵۶) و

۵۲۔ مریم: ۱۹/ ۲۳

۵۳۔ یوسف: ۱۲/ ۱۰۱

۵۴۔ سُنَن التّرمذی، کتاب تفسیر القرآن، باب ومن سورۃ ص، ص ۹۲۹

۵۵۔ المسند للأمام أحمد بن حنبل، برقم: ۱۶۱۵، ۳/۲۶۳

۵۶۔ الدُّرُّ المختار، کتاب الحظر والإباحة، فصل فی البیع، ۹/۶۹۱

"الخلاصة" (٥٧) وغیرھما (٥٨) انتھی ما فی "أحسن الوعا" (٥٩)

سیّدنا سہل بن عبداللہ تستری نے فرمایا کہ موت کی تمنا تین اشخاص ہی کر سکتے ہیں۔

(۱) ایک وہ شخص جو مرنے کے بعد کے حالات سے ناواقف ہو۔

(۲) دوسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی مقرر کردہ تقدیر سے فرار ہونا چاہتا ہو۔

(۳) تیسرا وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی ملاقات کا شوق رکھتا ہو اور اُس سے ملنے کی محبت رکھتا ہو۔(٦٠)

یہ ایک حقیقت ہے اَشعار انسانی نفسیات پر گہرا اثر ڈالتے ہیں، اور انسان کو بہت کچھ سوچنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ ہم یہاں موت کی یاد پر مشتمل چند اشعار ذکر کرتے ہیں، شائد حقائق پر مبنی اُن اشعار کو پڑھ کر ہم سنجیدگی سے اپنی موت کی تیاری کرنے کی طرف راغب ہوسکیں۔

أَلا أَیُّھَا الْمَغْرُوْرُ مَالَکَ تَلْعَبُ   تُؤمِلُ آمَالًا وَمَوْتُکَ أَقْرَبُ

اے بندہ مغرور! تجھے کیا ہوا کہ تو لمبی اُمیدیں کرنے اور کھیل، تماشوں میں مشغول ہے، حالانکہ موت تیرے سر پر کھڑی ہے۔

وَتَعْلَمُ أَنَّ الْحِرْصَ بَحْرٌ مُبَعَّدٌ   سَفِیْنَتُہُ الدُّنْیَا فَأَیَّاکَ تَعْطَبُ

تمہیں معلوم ہے کہ حرص ایک گہرا سمندر ہے، اور دنیا اُس کی کشتی ہے، اور اُس کی ہلاکت خیزیوں سے بچ کر رہنا۔

وَتَعْلَمُ أَنَّ الْمَوْتَ یَنْقَضُّ مُسْرِعًا   عَلَیْکَ یَقِیْنًا طَعْمُہُ لَیْسَ بِعَذْبِ

اور تمہیں یہ بھی یقیناً معلوم ہے کہ موت بہت جلد تم پر ٹوٹ پڑے گی اور اس کا مزہ شیریں نہیں ہے۔

کَأَنَّکَ تُوْصِی وَالْیَتَامٰی تَرَاھُم   وَأُمُّھُم الثُّکْلٰی تَنُوْحُ وَتَنْدُبُ

٥٧۔ خلاصة الفتاوی، کتاب الکراھیة، الفصل الثانی فی العبادات، ٣٤/٤

٥٨۔ الھندیة، کتاب الکراھیة، الباب الثلاثون فی المتفرقات، ٣٧٩/٥

٥٩۔ احسن الوعاء لآداب الدّعاء، ص: ١٨٠۔١٨٣

٦٠۔ التذکرة، باب النّھی عن تمنّی الموت الخ ص ٥

تصوّر کرو کہ گویا تم وصیّت کر رہے ہو اور تم اپنے یتیم ہونے والے بچوں کو (بصدِ حسرت) دیکھ رہے ہو اور اُن بچوں کی دُکھی ماں فریاد کرتی، روتی ہے۔

تَغُصُّ بِحُزْنٍ ثُمَّ تَلْطِمُ وَجْھَھَا   یَرَاھَا رِجَالٌ بَعْدَ مَا ھِیَ تَحْجُبُ

وہ غم کی ماری کرب والم کے گھونٹ پیتی ہے اور پھر اپنا چہرہ پیٹتی ہے اور اسے ہوش ہی نہیں ہے کہ آج غیر مرد اُسے دیکھ رہے ہیں جبکہ وہ کبھی کسی غیر مرد کے سامنے بے حجاب نہ ہوئی تھی۔

وَأَقْبَلَ بِالْأَکْفَانِ نَحْوَکَ قَاصِدٌ   وَیُحْثٰی عَلَیْکَ التُّرَابُ وَالْعَیْنُ تَکْسَبُ

قاصد تیری طرف کفن اٹھائے آرہا ہے، اور اب تیرے اوپر مٹی ڈالی جارہی ہے، اور آنکھیں اشک بہا رہی ہیں۔(٦١)

امام تیمی نے فرمایا: دو چیزوں نے میرے سامنے دنیا کی لذّتوں کو بے حقیقت بنا دیا۔ موت کی یاد نے، اور اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہی کے لیے کھڑا ہونے کے خوف نے۔(٦٢)

انذار وتبشیر میں ذکرِ موت کی حکمتیں

یہ ایک حقیقت ہے کہ موت کا ذکر دارِ فانی یعنی دنیا سے بے رغبتی، اور دارُ البقاء یعنی آخرت کی طرف، ہر لحظہ متوجہ رہنے کا شعور پیدا کرتا ہے۔ اور انسان کی ہمیشہ سے دو حالتیں رہی ہیں، خوشحالی اور تنگی اور راحت ومشقت۔ پھر اگر انسان نے تنگ دستی اور مشقت کی حالت دیکھی ہو تو اُس پر موت کو یاد رکھنا آسان اور سہل ہو جاتا ہے۔ کیونکہ اسے معلوم ہوتا ہے کہ دنیا کو آخرِ کار زوال ہے۔ موت اللہ کا سچّا وعدہ ہے یہ دنیاوی مصائب وآلام جو موسلا دھار بارش کی طرح پیہم برس رہے ہیں تھمنے کا نام نہیں لے رہے، بالآخر موت اِن مصیبتوں سے نجات دلائے گی، اور اللہ تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی کا پیغام لے کر آئے گی۔ اگر اس دارُ الامتحان میں وقتی مشقتوں کو برداشت کر لیا اور اللہ تعالیٰ کی اطاعت وفرمانبرداری پر ڈٹا رہا، تو انجامِ کار یہ ہوگا کہ موت امن وسکون، راحت ومسرّت کا سامان لے کر آئے گی۔ یوں پہاڑ جیسے آلام بھی

٦١۔ التذکرة، باب ماجاء أنّ للموت سکرات الخ، ص ٢٤

٦٢۔ التذکرة، باب ذکر الموت والاستعداد لہ الخ، ص ٩،١٠

مسلمان کے پائے استقامت میں لغزش آنے نہیں دیتے، وہ دنیاوی ساز وسامان سے محرومی پر شکوہ شکایت نہیں کرتا بلکہ وہ محبِّ صادق کی طرح اپنے محبوب (موت) سے ملنے کی تیاری میں مشغول رہتا ہے۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں حضورﷺ نے ارشاد فرمایا: جو شخص لقاءِ خُدا کو محبوب رکھتا ہے اللہ تعالیٰ بھی اس ملاقات کو محبوب رکھتا ہے۔(٦٣) اور جب انسان خوشحالی اور آرام میں ہوتا ہے تو عمومی طور پر وہ موت سے غافل ہوجاتا ہے پس راحت و خوشحالی کی حالت میں بندہ جب موت کا ذکر سنتا ہے تو دنیاوی نعمتیں اُس کے سامنے مکدّر ہوجاتی ہیں۔ وسیع وعریض کمرے میں بھی اُسے گھٹن کا احساس ہوتا ہے۔ آرام دہ اور نرم بستر پر بھی وہ کروٹیں بدلتا رہ جاتا ہے۔ یادِ موت کی تیز تلوار اُس کے اوپر تنی غفلت کی چادر کو تار تار کردیتی ہے۔ بندہ دنیا کے سحر سے آزاد ہوجاتا ہے۔ دنیا کی حقیقت اُس کے سامنے آجاتی ہے۔ تو یوں یادِ موت مطیعین کے لیے سامانِ راحت، اور غافلین کے لیے تازیانۂ عبرت ہے۔

بقولِ شاعر

اُذْكُرِ الْمَوْتَ هَادِمَ اللَّذَّاتِ وَتَجَهَّزْ لِمَصْرَعٍ سَوْفَ يَأْتِي

لذتوں کو توڑنے والی چیز ''موت'' کو یاد رکھو! اور موت کی تیاری کرلو، جو عنقریب آنے والی ہے۔

وَاذْكُرِ الْمَوْتَ تَجِدْ رَاحَةً فِيْ إِذْكَارِ الْمَوْتِ تَقْصِيْرُ الْأَمَلِ

موت کو یاد کر تجھے راحت ملے گی اور موت کو یاد کرنے سے خواہشات میں کمی ہوگی۔ (٦٤)

کسی شاعر نے کہا ہے

أَذْكُرُ الْمَوْتَ وَلَا أَرْهَبُهُ أَنَّ قَلْبِيْ لَغَلِيْظٌ كَالْحَجَرِ

میں موت کا ذکر کرتا ہوں، مگر میں اس سے نہیں ڈرتا۔ یقیناً میرا دل، پتھر کی طرح سخت ہوگیا ہے۔

أَطْلُبُ الدُّنْيَا كَأَنِّيْ خَالِدٌ وَوَرَائِيَ الْمَوْتُ يَقْفُوْ بِالْأَثَرِ

٦٣۔ صحیح البخاری، کتاب الرّقاق، باب من أحبَّ لقاء الله۔ إلخ، برقم: ٦٥٠٧، ص ١١٨٦

٦٤۔ التّذکرۃ، باب ذکر الموت والاستعداد له الخ، ص ٩،١٠

میں دنیا کی طلب میں اس طرح لگا ہوں، کہ گویا مجھے ہمیشہ دنیا میں رہنا ہے حالانکہ موت سائے کی طرح میرے پیچھے لگی ہوئی ہے۔

وَكَفٰى بِالْمَوْتِ فَاعْلَمْ وَاعِظًا لِمَنِ الْمَوْتُ عَلَيْهِ قَدْ قُدِرْ

جان لیجیے کہ جس کے لیے موت کا آنا مقرر ہو، اس کے لیے تو ڈرسنانے اور نصیحت کرنے کو موت ہی کافی ہے۔

وَالْمَنَايَا حَوْلَهُ تُوْصِدُهُ لَيْسَ يُنْجِي الْمَرْءُ مِنْهُمْ الْمَفَرُّ

موتیں انسان کے چاروں طرف گھات لگائے بیٹھی ہیں، کہ کسی ذی روح کا اُن کی پکڑ سے بچ کر بھاگ نکلنا ممکن نہیں۔(٦٥)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے اپنی مقدّس کتاب قرآنِ مجید میں موت وحشر کا بیان مختلف طُرُق سے فرمایا ہے، کسی مقام پر خوشخبری سُنا کر موت آنے، حساب کے لیے جمع کیے جانے کا ذِکر کیا۔ تو کسی مقام پر زجر وتوبیخ کرتے ہوئے، ڈراتے ہوئے، موت لاحق ہونے، بعدِ مرگ زندہ کئے جانے کا ذِکر کیا۔ اس کی حکمت سے تو اللہ تعالیٰ ہی واقف ہے، لیکن ایک مسلمان جب دعوتِ خُداوندی پر لبیک کہتے ہوئے اِن آیاتِ قرآنیہ کے پیشِ نظر:

﴿كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ﴾ (٦٦)

ترجمہ: اسی طرح اللہ تم سے اپنی آیتیں بیان کرتا ہے تاکہ تم ان میں غور وفکر کرو۔

﴿كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَ لِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ (٦٧)

ترجمہ: یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے تمہاری طرف اُتاری، برکت والی تاکہ اس کی آیتوں کو سوچیں، اور عقلمند نصیحت مانیں۔

جب بندہ عقل کی سواری کو شریعت کی لگام دے کر، غور وفکر کے میدان میں اُترتا ہے۔ تو اُسے اپنے ظرف کے مطابق حکیم مطلق کی حکمتیں سیاہ بادلوں کی چادر کے اطراف میں

٦٥۔ التّذکرۃ، باب ماجاء أنّ للموت سکرات الخ، ص ٢٢

٦٦۔ البقرۃ: ٢/٢١٩

٦٧۔ ص: ٣٨/٢٩

موجود چمکدار وروشن ستاروں سے بھی زیادہ ظاہر وبیّن نظر آتی ہیں۔ کسی مقام پر اللہ عزّ وجلّ نے مکلّف کو اِس بات کی خبر دی کہ اچھا، بُرا جو بھی عمل تم کر رہے ہو، ہم اُس سے بخوبی واقف ہیں۔ تمہارے اعمال کا پورا پورا بدلہ تمہیں موت سے ہمکنار ہونے کے بعد دارِ آخرت میں دیا جائے گا، کسی پر ظلم کرنا اللہ تعالیٰ کی شان نہیں۔ کہیں پر یہ باور کرایا کہ موت سے فرار نہیں، ہر ایک کو موت کا جام پینا ہے۔ جو دنیا میں ہمارے احکامات کو پسِ پشت ڈالتے ہیں، ہمارے فرامین کا مذاق بناتے ہیں ہمارے طاعت گزار بندوں کو تکالیف پہنچاتے ہیں۔ جو دنیا کی زیب وزینت اور بناؤ سنگھار سے مبہوت ہیں، جو حق کے ساتھ باطل کو ملاتے ہیں انہیں بھی وادیٔ موت میں داخل ہونا ہے۔ موت دھوکہ میں مبتلا افراد کو ہلا کر رکھ دے گی، موت آنے کے بعد وہ اپنے کئے پر لاکھ سر پٹخیں واپس دنیا میں آ کر اپنا حال سدھارنے کی قسمیں کھائیں موت سے ہمکنار ہونے کے بعد اب واپس دنیا میں آنا نہیں ہوگا۔

کسی مقام پر اِس حقیقت کو بیان فرمایا کہ جو ایمان لاتے اور ایمان کے تمام تقاضوں کو پورا کرتے ہیں وہ بھی لحوقِ موت کے عموم سے مستثنیٰ نہیں۔ جو دنیا میں ہمارے احکامات کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، ہماری رضا کو اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل پر مقدم رکھتے ہیں، ہماری خوشنودی کی خاطر برضا ورغبت میدانِ کارزار میں اتر جاتے ہیں، کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لیے اپنی جانوں کا نذرانہ پیش کرتے ہیں، دنیا لاکھ بناؤ سنگھار کر کے، نت نئے حیلوں کے ساتھ اُن کے پاس آئے وہ اس کی طرف دیکھنا گوارہ نہیں کرتے، جو میرے دین کی سربلندی کے لیے اپنے آراستہ گھروں کو، آرام دہ بستروں کو، پھلوں سے لدے باغات کو، خوبصورت اور جوان بیویوں کو، اپنے نومولود بچوں کو فراموش کر دیتے ہیں۔ جو حق کی ادائیگی میں کوتاہی نہیں کرتے، جنہیں دنیا اور اُس کی آرائشیں اپنی طرف مائل نہیں کر سکتیں انہیں بھی بالآخر موت آ جائے گی۔

اب ہم بطورِ عبرت ونصیحت چند آیاتِ قرآنیہ نقل کرتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے مختلف پیرایوں میں موت کا بیان فرمایا ہے۔ اللہ تعالیٰ اِن فرامینِ صادقہ کی برکت سے ہماری غفلتوں کو دُور فرمائے!

﴿فَكَيْفَ اِذَا جَمَعْنٰهُمْ لِيَوْمٍ لَّا رَيْبَ فِيْهِ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (٦٨)

ترجمہ: تو کیسی ہوگی؟ جب ہم انہیں اکٹھا کریں گے، اُس دن کے لئے جس میں شک نہیں۔ اور ہر جان کو اس کی کمائی، پوری بھر دی جائے گی۔ اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا وَّمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ﴾ (٦٩)

ترجمہ: اور کوئی جان، بے حکم خدا مر نہیں سکتی۔ سب کا وقت لکھا رکھا ہے۔ اور جو دنیا کا انعام چاہے، ہم اس میں سے اُسے دیں۔ اور جو آخرت کا انعام چاہے، ہم اس میں سے اُسے دیں۔ اور قریب ہے کہ ہم شکر والوں کو صلہ عطا کریں۔

﴿وَلَئِنْ قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ وَلَئِنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِلَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ﴾ (٧٠)

ترجمہ: اور بے شک! اگر تم اللہ کی راہ میں مارے جاؤ، یا مر جاؤ، تو اللہ کی بخشش اور رحمت اُن کے سارے دَھن دولت سے بہتر ہے۔ اور اگر تم مرو، یا مارے جاؤ، تو اللہ کی طرف اٹھنا ہے۔

﴿وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ﴾ (٧١)

ترجمہ: اور جو چھپا رکھے، وہ قیامت کے دن اپنی چھپائی چیز لے کر آئے گا۔

٦٨۔ آل عمران:٣/٢٥

٦٩۔ آل عمران:٣/١٤٥

٧٠۔ آل عمران:٣/١٥٨۔١٥٦

٧١۔ آل عمران:٣/١٦١

پھر ہر جان کو اُن کی کمائی بھر پور دی جائے گی اور اُن پر ظلم نہ ہوگا۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَ اِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ﴾ (٧٢)

ترجمہ: ہر جان کو موت چکھنی ہے۔ اور تمہارے بدلے تو قیامت ہی کو پورے ملیں گے۔ جو آگ سے بچا کر جنّت میں داخل کیا گیا، وہ مراد کو پہنچا۔ اور دنیا کی زندگی تو یہی دھوکے کا مال ہے۔

﴿وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْ بَيْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا﴾ (٧٣)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں گھر بار چھوڑ کر نکلے گا، وہ زمین میں بہت جگہ، اور گنجائش پائے گا۔ اور جو اپنے گھر سے نکلا، اللہ و رسول کی طرف ہجرت کرتا، پھر اُسے موت نے آلیا، تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ پر ہو گیا۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

﴿وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ﴾ (٧٤)

ترجمہ: اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر۔ اور تم پر نگہبان بھیجتا ہے، یہاں تک کہ جب تم میں کسی کو موت آتی ہے، ہمارے فرشتے اس کی روح قبض کرتے ہیں۔ اور وہ قصور نہیں کرتے۔ پھر پھیرے جاتے ہیں، اپنے سچے مولیٰ اللہ کی طرف۔ سنتا ہے! اسی کا حکم ہے۔ اور وہ سب سے جلد حساب

٧٢۔ آل عمران:٣/١٨٥
٧٣۔ النّسآء:٤/١٠٠
٧٤۔ الأنعام:٦/٦٢_٦١

کرنے والا۔

﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً وَاِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ﴾ (٧٥)

ترجمہ: ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ اور ہم تمہاری آزمائش کرتے ہیں، برائی اور بھلائی سے جانچنے کو۔ اور ہماری ہی طرف تمہیں لوٹ کر آنا ہے۔

﴿يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِيْ وَاسِعَةٌ فَاِيَّايَ فَاعْبُدُوْنِ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ثُمَّ اِلَيْنَا تُرْجَعُوْنَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَنُبَوِّئَنَّهُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ غُرَفًا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا نِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِيْنَ﴾ (٧٦)

ترجمہ: اے میرے بندو! جو ایمان لائے، بیشک میری زمین وسیع ہے، تو میری ہی بندگی کرو! ہر جان کو موت کا مزہ چکھنا ہے۔ پھر ہماری ہی طرف پھروگے۔ اور بیشک جو ایمان لائے، اور اچھے کام کئے، ضرور ہم انہیں جنّت کے بالا خانوں پر جگہ دیں گے، جن کے نیچے نہریں بہتی ہوں گی۔ ہمیشہ ان میں رہیں گے۔ کیا ہی اچھا اجر کام والوں کا۔

﴿اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يُدْرِكْكُّمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِيْ بُرُوْجٍ مُّشَيَّدَةٍ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ فَمَالِ هٰٓؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا﴾ (٧٧)

ترجمہ: تم جہاں کہیں ہو، موت تمہیں آئے گی، اگرچہ مضبوط قلعوں میں ہو۔ اور انہیں کوئی بھلائی پہنچے، تو کہیں: یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور انہیں کوئی برائی پہنچے، تو کہیں: یہ حضور کی طرف سے آئی۔ تم فرمادو: سب اللہ کی طرف

٧٥۔ الأنبیاء:٢١/٣٥
٧٦۔ العنکبوت:٢٩/٥٧_٥٦
٧٧۔ النّسآء:٤/٧٨

سے ہے۔تو ان لوگوں کو کیا ہوا؟ کوئی بات سمجھتے معلوم ہی نہیں ہوتے۔

﴿وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا اَوْ قَالَ اُوْحِیَ اِلَیَّ وَلَمْ یُوْحَ اِلَیْہِ شَیْءٌ وَّ مَنْ قَالَ سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ وَ لَوْ تَرٰٓی اِذِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ غَمَرٰتِ الْمَوْتِ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَاسِطُوْٓا اَیْدِیْھِمْ اَخْرِجُوْٓا اَنْفُسَکُمْ اَلْیَوْمَ تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْھُوْنِ بِمَا کُنْتُمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰہِ غَیْرَ الْحَقِّ وَ کُنْتُمْ عَنْ اٰیٰتِہٖ تَسْتَکْبِرُوْنَ﴾ (۷۸)

ترجمہ: اوراُس سے بڑھ کر ظالم کون؟ جو اللہ پر جھوٹ باندھے، یا کہے: مجھے وحی ہوئی۔ اور اسے کچھ وحی نہ ہوئی۔ اور جو کہے: ابھی میں اتارتا ہوں ایسا جیسا خدا نے اتارا۔ اور کبھی تم دیکھو، جس وقت ظالم موت کی سختیوں میں ہیں ، اور فرشتے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں! آج تمہیں خواری کا عذاب دیا جائے گا۔ بدلہ اس کا کہ اللہ پر جھوٹ لگاتے تھے۔ اور اس کی آیتوں سے تکبر کرتے تھے۔

﴿وَلَقَدْ کَانُوْا عٰھَدُوا اللّٰہَ مِنْ قَبْلُ لَا یُوَلُّوْنَ الْاَدْبَارَ وَکَانَ عَھْدُ اللّٰہِ مَسْئُوْلًا قُلْ لَّنْ یَّنْفَعَکُمُ الْفِرَارُ اِنْ فَرَرْتُمْ مِّنَ الْمَوْتِ اَوِ الْقَتْلِ وَ اِذًا لَّا تُمَتَّعُوْنَ اِلَّا قَلِیْلًا﴾ (۷۹)

ترجمہ: اور بیشک اس سے پہلے وہ اللہ سے عہد کر چکے تھے، کہ پیٹھ نہ پھیریں گے۔ اور اللہ کا عہد پوچھا جائے گا۔ تم فرماؤ: ہرگز تمہیں بھاگنا نفع نہ دے گا، اگر موت یا قتل سے بھاگو۔ اور جب بھی دنیا سے فائدہ اٹھانے نہ دیئے جاؤ گے، مگر تھوڑا۔

﴿قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِیْ تَفِرُّوْنَ مِنْہُ فَاِنَّہٗ مُلٰقِیْکُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰی عٰلِمِ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ﴾ (۸۰)

۷۸۔ الانعام: ۹۳/۶

۷۹۔ الأحزاب: ۳۳/۱۶۔۱۵

۸۰۔ الجمعۃ: ۶۲/۸

ترجمہ: تم فرماؤ وہ موت جس سے تم بھاگتے ہو، وہ تو ضرور تمہیں ملنی ہے۔ پھر اُس کی طرف پھیرے جاؤ گے، جو چھپا اور ظاہر سب کچھ جانتا ہے۔ پھر وہ تمہیں بتادے گا جو کچھ تم نے کیا تھا۔

﴿وَاَنْفِقُوْا مِنْ مَّا رَزَقْنٰکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَ اَحَدَکُمُ الْمَوْتُ فَیَقُوْلَ رَبِّ لَوْ لَآ اَخَّرْتَنِیْٓ اِلٰٓی اَجَلٍ قَرِیْبٍ فَاَصَّدَّقَ وَ اَکُنْ مِّنَ الصّٰلِحِیْنَ وَ لَنْ یُّؤَخِّرَ اللّٰہُ نَفْسًا اِذَا جَآءَ اَجَلُھَا وَ اللّٰہُ خَبِیْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ (۸۱)

ترجمہ: اور ہمارے دیئے میں سے کچھ ہماری راہ میں خرچ کرو، قبل اس کے کہ تم میں کسی کو موت آئے، پھر کہنے لگے: اے میرے رب! تو نے مجھے تھوڑی مدت تک کیوں مہلت نہ دی، کہ میں صدقہ دیتا اور نیکوں میں ہوتا۔ اور ہرگز اللہ کسی جان کو مہلت نہ دے گا، جب اس کا وعدہ آجائے۔ اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے۔

حیات بعد الممات کا عقیدہ

توحید و رسالت کی دعوت کے ساتھ ساتھ انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام جن عقائد کی تبلیغ کے مامور ہوئے، مِنْ جُملَہ اُن میں حیات بعد الممات کا عقیدہ بھی ہے، تمام ہی انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام نے اپنی اپنی قوم کو اِس اَمر کی خبرِ صادق دی کہ اِس دُنیاوی حیات کو گزارنے کے بعد تم موت سے ہمکنار ہو جاؤ گے، تو تمہیں یونہی چھوڑ نہیں دیا جائے گا، بلکہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ اِس عالَمِ ناپائیدار میں تم نے جو کچھ اچھا، یا بُرا کیا، تمہارے سامنے کر دیا جائے گا۔ تم سے تمہارے اعمال کی پرسش ہوگی۔

کُفّار و مشرکین زور و شور سے اِس عقیدے کی مخالفت کرنے لگے، اِس عقیدے کے ساتھ استہزاء کرنے لگے، اِس عقیدے کے مُبلِّغین یعنی جماعت انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ و السّلام کو مجنون گرادنے لگے، اگرچہ کافروں میں بہت سے افرادِ خُدا عزّ وجلّ کے وُجود کے قائل تھے، لیکن حیات بعد الممات کے عقیدے کا انکار کرنے کے بعد، خُدا عزّ وجلّ کے وجود کو

۸۱۔ المنفقون: ۶۳/۱۱

Scanned by CamScanner

مانتا، فی الحقیقت کوئی معنی نہیں رکھتا، کیونکہ حیات بعد الممات کو مُستَبعَد سمجھنا، یہ خدا عزّ وجلّ کی قدرت اور اُس کی حکمت کا صریح انکار ہے۔

کفّار کو ڈھیل دینا

اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کا ہٹ دھرمی سے انکار کرنے والوں، بعث بعد الموت کے منکروں پر بطورِ استدراج کبھی دنیاوی نعمتوں کے ابواب کھول دیئے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا﴾ (۸۲)

ترجمہ: جو گمراہی میں ہوتا ہے رحمٰن اُسے ڈھیل پر ڈھیل دیتا ہے۔

ایسوں کے سامنے جب اس بات کا ذکر کیا جاتا ہے کہ دنیاوی نعمتوں سے مملوء (پُر) اس حیات کو گزارنے کے بعد جب تم موت کا ذائقہ چکھ لوگے، تو تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائے گا۔ جس خالق و مالک کے احسانات کی ناسپاسی کررہے ہو، اُس کی بارگاہ میں تمہیں تمام زندگی کا حساب دینا پڑیگا۔ تو وہ لوگ جو اس خوش فہمی میں مبتلا ہوتے ہیں کہ دنیاوی زندگی کا یہ آرام، اور سامانِ تعیّش، خدمت پر مامور نوکر چاکر، بلند و بالا محلّات، خوبصورت ہرے بھرے باغات، مختلف انواع کے پھل، خوبصورت اور قیمتی لباس یہی ہمارے لیے جنّتی نعمتیں ہیں، ہمارے لیے یہی دنیا جنّت ہے۔ انہیں حقائق پر مبنی یہ باتیں ناگوار لگتیں، حیات بعد الممات کے منکرین کے غرور ونخوت کا یہ عالم ہوتا ہے کہ اپنے محسن ناصح کی دعوت و ارشاد پر لبیک کہنے کے بجائے، وہ اس پر خفگی کرتے ہیں۔ اِسی طرح کی فکر کے حامل فرد کی مثال اللہ تعالیٰ نے کس دلنشین انداز میں ارشاد فرمائی ہے فرماتا ہے:

﴿وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا رَّجُلَيْنِ جَعَلْنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيْنِ مِنْ اَعْنَابٍ وَّ حَفَفْنٰهُمَا بِنَخْلٍ وَّ جَعَلْنَا بَيْنَهُمَا زَرْعًا كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا وَّ فَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا وَّ كَانَ لَهٗ ثَمَرٌ فَقَالَ لِصٰحِبِهٖ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّ اَعَزُّ نَفَرًا وَ دَخَلَ جَنَّتَهٗ وَ هُوَ ظَالِمٌ

۸۲۔ مریم:۱۹/۷۵

لِّنَفْسِهٖ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً وَّ لَئِنْ رُّدِدْتُّ اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَ هُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا لٰكِنَّا هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَ لَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا وَلَوْلَاۤ اِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ اِنْ تَرَنِ اَنَا اَقَلَّ مِنْكَ مَالًا وَّ وَلَدًا فَعَسٰى رَبِّيْۤ اَنْ يُّؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّنْ جَنَّتِكَ وَ يُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ السَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيْدًا زَلَقًا اَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا وَاُحِيْطَ بِثَمَرِهٖ فَاَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلٰى مَاۤ اَنْفَقَ فِيْهَا وَهِيَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا وَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُشْرِكْ بِرَبِّيْۤ اَحَدًا وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ الْحَقِّ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّ خَيْرٌ عُقْبًا﴾ (۸۳)

ترجمہ: اور ان کے سامنے دو مردوں کا حال بیان کرو کہ ان میں سے ایک کو (جو کافر تھا) ہم نے انگوروں کے دو باغ دیئے اور ان کو کھجوروں سے ڈھانپ لیا اور ان کے بیچ میں کھیتی رکھی، دونوں باغ اپنا پھل لائے، اور اس میں کچھ کمی نہ دی، اور دونوں کے بیچ میں ہم نے نہر بہائی۔ اور وہ (باغ والا) پھل رکھتا تھا، تو اپنے ساتھی سے (جو مسلمان تھا) بولا، اور وہ اس سے ردّ و بدل کرتا تھا: میں تجھ سے مال میں زیادہ ہوں اور آدمیوں کا زور زیادہ رکھتا ہوں۔ (پھر مسلمان کو ساتھ لےکر) اپنے باغ میں گیا، اور اپنی جان پر ظلم کرتے ہوئے بولا: مجھے گمان نہیں کہ یہ کبھی فناء ہو۔ اور میں گمان نہیں کرتا کہ قیامت قائم ہو۔ اگر میں (بالفرض) اپنے ربّ عزّ وجلّ کی طرف پھر گیا، تب بھی ضرور اس باغ سے بہتر پلٹنے کی جگہ پاؤنگا۔ (کیونکہ دنیا میں بھی میں نے بہترین جگہ پائی ہے) اس کے ساتھی نے (جو مسلمان تھا) اس سے الٹ پھیر کرتے ہوئے جواب دیا: کیا تو اس کے ساتھ کفر کرتا ہے، جس نے تجھے

۸۳۔ الکھف:۱۸/۳۲-۴۴

مٹی سے بنایا، پھر تجھے ٹھیک مرد کیا، لیکن میں تو یہی کہتا ہوں کہ وہ اللہ تعالیٰ ہی میرا ربّ عزّ وجل ہے، اور میں کسی کو اپنے رب عزّ وجل کا شریک نہیں کرتا ہوں۔ اور کیوں نہ ہوا جب تو اپنے باغ میں گیا، تو کہا ہوتا جو چاہے اللہ تعالیٰ ہمیں کچھ زور نہیں مگر اللہ تعالیٰ کی مدد کا۔ اگر تو مجھے اپنے سے مال ودولت میں کم دیکھتا ہے، تو قریب ہے کہ میرا ربّ مجھے تیرے باغ سے اچھا دے۔ اور تیرے باغ پر آسمان سے بجلیاں اتارے، تو وہ چٹیل میدان ہو کر رہ جائے، یا اس کا پانی زمین میں دھنس جائے، پھر تو اسے ہرگز تلاش نہ کر سکے (عذابِ الٰہی نازل ہوا) اور اس کے پھل گھیر لیے گئے تو اپنے ہاتھ ملتا رہ گیا، اُس لاگت پر جو اس باغ میں خرچ کی تھی اور وہ باغ اپنے چھپروں پر گرا ہوا تھا۔ اور اب وہ کافر کہہ رہا ہے: اے کاش! میں نے اپنے ربّ عزّ وجل کا کسی کو شریک نہ کیا ہوتا۔ اور اس کے پاس کوئی جماعت نہ تھی، کہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اس کی مدد کرتی، نہ وہ بدلہ لینے کے قابل تھا۔ یہاں کھلتا ہے، اختیار سچے اللہ تعالیٰ کا ہے۔ اس کا ثواب سب سے بہتر، اور اس کے ماننے کا انجام سب سے بھلا۔

حیاتِ بعد الممات کے منکر خواہ وہ ہزاروں سال قبل کی قومِ عاد وثمود ہوں، یا چودہ سو سال قبل کے مشرکینِ مکّہ ہوں، یا اِس دَور کے مشرکین اور کفار، سب اپنی ہوائے نفس کے تابع ہیں۔ اپنی نفسانی خواہشات کی بندگی کر رہے ہیں۔ چونکہ حیات بعد الممات کا عقیدہ اُن کی نفسانی خواہشات کی پیروی کا سب سے بڑا مانع ہے، ان کی مَن بھاتی خوشیوں کو جو حرام و نا جائز اُمور پر مشتمل ہیں سے روکنے والا ہے، اُن کی خوشیوں کے مزے کو مکدّر کرنے والا ہے۔ پس وہ حیات بعد الممات کا انکار کرتے اور، آخرت کی زندگی کو پچھلوں کی دقیانوسی کہانیاں اور قصے قرار دیتے چنانچہ ان کے انکار وعقائد کو قرآنِ عظیم نے اِس طرح بیان فرمایا:

﴿وَقَالُوْا مَاهِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا يُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (٨٤)

٨٤۔ الجاثية: ٤٥/٢٤

ترجمہ: اور کافر بولے ہماری یہی دنیاوی زندگی ہے جس میں ہم مرتے اور جیتے ہیں اور ہمیں زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

حیات بعد الممات کا انسانی زندگی پر اثر

یاد رہے، حیات بعد الممات کا عقیدہ ہی انسان کو مطلق العنانی سے باز رکھتا ہے۔ جس بندہ کی رگ وپے میں یہ بات سرایت کر چکی ہو، کہ اپنی حیات کا یہ سفر طے کر کے جب میں موت کی وادی میں اُتروں گا، تو معاملہ ختم نہیں ہو جائے گا، بلکہ مجھے اپنے علیم وخبیر خالق کی بارگاہ میں اپنے اعمال کا حساب دینے پڑیگا۔ تو ایسا شخص کوشش کرے گا کہ مجھ سے کوئی ایسا کام صادر نہ ہو، جو خالقِ حقیقی کے اَحکامات وقوانین کے خلاف ہو۔ مجھ سے ایسی کوئی حرکت صادر نہ ہو، جو دیگر لوگوں کے لیے تکلیف کا باعث بنے۔ مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہ ہو، جو اسلامی معاشرے میں بگاڑ کا سبب بنے۔ وہ اِس اَمر کی سعی کریگا کہ میرے ذریعے شر نہ پھیلے، میں بھلائی اور خیر پھیلنے کا سبب بنوں۔ لوگوں کے اموالِ معصومہ کو شیرِ مادَر سمجھ کر اُس سے پیٹ نہ بھروں۔ لوگوں کی امانتیں ضائع نہ کروں۔ اور اِس کے برعکس جو قوم بھی حیات بعد المَمات کی منکر رہی ہے، تاریخ شاہد ہے کہ وہ قوم اَخلاقی اَقدار سے بہت دُور نظر آتی ہے۔ اِس عقیدے کے منکر افراد پر مشتمل معاشرے میں لوٹ کھسوٹ، قتل وغارت گری، ایک دوسرے کی عزّتیں اُچھالنا، عورتوں کی عزّتوں کو پامال کرنا، حصولِ مال کی ہوس میں ہر ناجائز طریقے کو اختیار کرنا، وغیرہ گُناہوں کی کثرت نظر آتی ہے، کیونکہ حیات بعد الممات کا عقیدہ ہی تو تھا جو انسان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حساب کے لیے کھڑے ہونے کا خوف دلاتا تھا۔ جو انسان کو بُرے اعمال سے دُور رکھتا تھا۔ حیات بعد الممات کا عقیدہ ہی تو تھا جو قتل وغارت گری سے روکے ہوئے تھا۔ اِسی بناء پر انبیاءِ کرام علیہم الصّلوۃ والسّلام کی مقدس جماعت لوگوں کو اس حیات بعد الممات کے عقیدے کی تبلیغ کرتی رہی، انہیں آگاہ کرتی رہی کہ مرنے کے بعد تمہیں چھوڑ نہیں دیا جائے گا، بلکہ تمہیں دوبارہ زندہ کیا جائیگا۔ دنیاوی زندگی میں تم نے جو کچھ اعمال کئے، اُن کا حساب لیا جائیگا۔ لیکن جن لوگوں پر شقاوت غالب ہوتی ہے وہ ہدایت کے چمکتے سورج سے روشنی نہیں لے پاتے، پس وہ سیاہ باطن کفار جواباً کہتے:

﴿وَقَالُوْٓا ءَ اِذَا كُنَّا عِظٰمًا وَّ رُفَاتًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا﴾ (٨٥)

ترجمہ: اور بولے کیا جب ہم ہڈیاں اور ریزے ریزے ہوجائینگے، کیا سچ مچ نئے بن کر اٹھیں گے؟

یوں انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کے ساتھ استہزاء کرنا، ان پر طنز و تشنیع کرنا اُن کا معمول تھا۔

حیات بعد الممات کا منکر ہونا ہی اُن کی تباہی کے لیے کافی تھا، لیکن وہ سیاہ بخت دوسروں کو بھی اس عقیدے سے متعلق شکوک و شبہات میں ڈالنے کے لیے کوشش کرتے رہتے۔ انبیاءِ کرام کی بشریت کو آڑ بنا کر لوگوں کو طرح طرح سے وساوس دیتے۔ لوگوں کو اطاعتِ انبیاء سے باز رکھنے کے لیے اس طرح کے باتیں کرتے:

﴿وَ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ وَ اَتْرَفْنٰهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مَا هٰذَآ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يَاْكُلُ مِمَّا تَاْكُلُوْنَ مِنْهُ وَ يَشْرَبُ مِمَّا تَشْرَبُوْنَ وَلَئِنْ اَطَعْتُمْ بَشَرًا مِّثْلَكُمْ اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ﴾ (٨٦)

ترجمہ: کافر سردار اپنی قوم سے بولے: یہ تو تمہاری مانند ایک بشر ہے۔ یہ وہی خوراک کھاتا ہے، جو تم کھاتے ہو، اور پیتا ہے، اس سے جو تم پیتے ہو۔ اور اگر تم اپنے ہی جیسے بشر کی پیروی کرنے لگے، تو نقصان اٹھانے والے ہو جاؤ گے۔

یہ کفار و مشرکین اپنی بدطینتی کے باعث انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسلام کو مُفتَرِی علی اللہ کہتے، اور حیات بعد الممات کو (معاذ اللہ) ایک جھوٹی اور غلط بات قرار دے کر اُس کا شدّ ومدّ سے ردّ کیا کرتے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے صراحۃً بیان فرمایا کہ کس طرح وہ اپنی قوم کے دیگر افراد کو بھی حیات بعد الممات کے عقیدے پر ایمان لانے سے روکا کرتے۔ قرآنِ عظیم میں ارشاد ہوتا ہے:

٨٥۔ بنی اسرائیل: ١٧/ ١٨

٨٦۔ المومنون: ٢٣/٣٤-٣٣

﴿اَيَعِدُكُمْ اَنَّكُمْ اِذَا مِتُّمْ وَ كُنْتُمْ تُرَابًا وَّ عِظٰمًا اَنَّكُمْ مُّخْرَجُوْنَ هَيْهَاتَ هَيْهَاتَ لِمَا تُوْعَدُوْنَ اِنْ هِيَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا نَمُوْتُ وَ نَحْيَا وَمَا نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ﴾ (٨٧)

ترجمہ: کافر سردار اپنی قوم سے بولے: کیا وہ تم سے یہ وعدہ کرتا ہے کہ جب تم مر جاؤ گے، اور مٹی اور ہڈیاں ہو جاؤ گے، تو تمہیں (پھر قبروں) سے نکالا جائے گا؟

یہ بات عقل سے بعید ہے، بالکل بعید ہے وہ بات جس کا تمہیں وعدہ دیا جارہا ہے۔ ہماری اس دنیاوی زندگی کے سوا کوئی اور زندگی نہیں ہے۔ یہی ہمارا مرنا ہے۔ اور یہی ہمارا جینا ہے۔ اور ہمیں دوبارہ نہیں اٹھایا جائیگا۔

اللہ تعالیٰ نے اِن قائلین سے پہلے گزر جانے والے کفار کا حال بیان فرما کر یہ واضح فرمادیا کہ تمہارا یہ طرزِ عمل نیا نہیں۔ تم سے قبل بھی کتنے ہی عقل و شعور کے دشمن ایسے گزرے ہیں، جو اللہ تعالیٰ کی قدرت کی نشانیوں کو دیکھنے کے باوجود، اللہ تعالیٰ کی قوت و عظمت کے آثار دیکھنے کے باوجود، اسی رٹ پر قائم تھے کہ یہ ناممکن ہے کہ مرنے کے بعد جب ہم مٹی میں مل کر خاک ہو جائیں گے، اور ہماری ہڈیاں پسلیاں بکھر جائیں گی، ہمارے اجسام کے ذرّات جب دیگر اجسام کے ذرّات سے مختلط ہو جائیں گے، ہمارے جسم کے ذرّات کو جب تیز ہوائیں منتشر کر دینگی، تو پھر کس طرح انہیں مجتمع کر کے وہی پہلا والا جسم بنایا جا سکے گا۔ اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿بَلْ قَالُوْا مِثْلَ مَا قَالَ الْاَوَّلُوْنَ قَالُوْٓا ءَ اِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظٰمًا ءَ اِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ لَقَدْ وُعِدْنَا نَحْنُ وَ اٰبَآؤُنَا هٰذَا مِنْ قَبْلُ اِنْ هٰذَآ اِلَّا اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ﴾ (٨٨)

ترجمہ: بلکہ انہوں نے وہی کہی، جو اُن سے پہلے کے کفار کہتے تھے، بولے: جب ہم مر جائیں، اور مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں، کیا پھر نکالیں جائیں گے؟

٨٧۔ المومنون: ٢٣/٣٨-٣٥

٨٨۔ المومنون: ٢٣/٨٣-٨١

بیشک یہ وعدہ ہم کو اور ہم سے پہلے ہمارے باپ دادا کو دیا گیا، یہ تو نہیں مگر وہی اگلی داستانیں۔

کبھی حیات بعد الممات کا انکار اس طرح کرتے:

﴿وَ قَالُوْٓا ءَاِذَا ضَلَلْنَا فِی الْاَرْضِ ءَاِنَّا لَفِیْ خَلْقٍ جَدِیْدٍ﴾ (۸۹)

ترجمہ: اور بولے: کیا جب ہم مٹی میں مل جائیں گے، کیا پھر نئے بنیں گے؟

عقلِ سلیم اور شرعِ متین نے اُن کی اِس حجت بازی کا یوں ردّ کر دیا تم یا وہ گوئی کا سہارا کیوں لیتے ہو؟ صاف صاف کہہ دو کہ تم اپنے ربّ عزّ وجلّ کی ملاقات کے منکر ہو تمہاری اس بات سے تو پتا چلتا ہے کہ تمہارے نزدیک، تمہارا ربّ عزّ وجلّ بھی تمہارے منتشر اور مختلط ذرّوں کو یا تو جانتا نہیں ہے کہ کہاں کہاں ہیں؟۔ یا جانتا تو ہے لیکن ان کو یکجا کرنے سے عاجز ہے۔

اے حقیقت ناشناسو! کیا اللہ تعالیٰ کے علم میں بھی تمہیں کوئی شک ہے؟ کیا اُس کی قُدرت کے بارے میں بھی تم متردّد ہو؟ انبیاء کرام علیہم الصّلوۃ والسّلام کے تبلیغ و اِرشاد، اِفہام و تفہیم کے باوجود، ان سیاہ قلب لوگوں نے اپنی سابقہ رَوِش نہیں بدلی، تعَصُّب اور ہٹ دھرمی کے ساتھ اپنے موقف پر ڈٹے رہے، حق کی روشنی سے، اُن دل کے اندھوں نے انتفاع نہیں کیا، باطل کے ساتھ چمٹے رہے، اور یہی رٹ لگاتے رہے، یہی راگ الاپتے رہے، کہ ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ انسان گلنے سڑنے کے بعد جبکہ اُس کی ہڈیاں پسلیاں ریزہ ریزہ ہو کر زمین میں مل جائینگی، اُس کے ان ذرّات کو ہوائیں منتشر کر دیں گی، تو پھر دوبارہ انسان کیونکر زندہ کیا جاسکے گا؟ چنانچہ انہوں نے اپنی اِس بات کو اِس پیرائے میں بیان کیا:

﴿ فَقَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا شَیْءٌ عَجِیْبٌ ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ﴾ (۹۰)

ترجمہ: تو کافر بولے: یہ تو عجیب بات ہے۔ کیا جب ہم مرجائیں، اور مٹی ہو جائیں گے، پھر جئے گے؟ یہ پلٹنا دور ہے۔

لیکن اُن عقل وشعور کے دشمنوں نے، اِس حقیقت کو یکسر فراموش کر دیا کہ جس خُدائے

۸۹۔ السجدۃ:۳۲/۱۰
۹۰۔ ق:۵۰/۳-۲

برتر کی عطا کردہ صلاحیتوں سے ہم لوہے کے پرانے ٹکڑوں سے نئے نئے برتن اور دیگر نت نئی چیزیں بنا لیتے ہیں، جب سونے چاندی کے ریزوں سے صرّاف (سُنار) نئے اور خوبصورت زیورات بنا لیتے ہیں، تو وہ ذات جس کا علم ہر شے کو محیط ہے، جس کی طاقت وقدرت لامتناہی ہے، وہ اپنی ہی بنائی گئی مخلوق کو، اگر دوبارہ زندگی بخش دے، تو اس میں کیا بات بعید از فہم ہے؟

یاد رہے کہ اللہ جلّ مَجدُہ پر ایمان رکھنے والے، اُس کے مطیع وفرمانبردار، اور رَبُّ العالمین جلّ وَعلَا کے وُجود کے منکر، اُس کے اَحکامات ماننے سے سرکشی کرنے والوں کی حیات وممات یکساں نہیں۔ اِس حقیقت کو جان لینے کے بعد یہ امر بھی خوب ذہن نشین رکھنا چاہیے کہ موت کا ذائقہ چکھنے والے، تمام مطیع وفرمانبردار بھی یکساں نہیں۔ اُن میں انبیاء کرام بھی ہیں، صدیقین بھی، اولیاء بھی ہیں، اور شہداء بھی، نیز عام مومنین بھی۔ اِن سب کی موت کے بعد کی زندگی بھی ایک دوسرے سے جُدا اور الگ ہے۔ اوّل! ہم انبیاءِ کرام علیہم السّلام کی حیات بعد الممات کو ذِکر کرتے ہیں۔ فنقول و باللہ التوفیق

حیات الانبیاء کا بیان

حضرات انبیاء کرام علیہم الصّلوۃ والسّلام پر موت کا طاری ہونا ایک روشن حقیقت ہے جس کا ذِکر اس آیتِ مبارکہ میں ہے:

﴿اِنَّكَ مَیِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّیِّتُوْنَ﴾ (۹۱)

ترجمہ: بیشک تمہیں انتقال فرمانا ہے۔ اور ان کو بھی مرنا ہے۔

لیکن یہ امر واجب الحفظ ہے کہ بعدِ وفات انبیاء کرام علیہم الصّلوۃ والسّلام کی اَرواح پھر اُن کے اجسام میں لوٹا دیجاتی ہیں۔ اُن کی یہ حیات، شہداء کی حیات سے بلند تر ہے۔ یاد رہے! شُہداء کی حیات اور انہیں رزق کا ملنا نصِ قطعی سے ثابت ہے۔ اور یہ بالکل بدیہی بات ہے کہ شہداء کو یہ مقام انبیاء کرام علیہم الصّلوۃ والسّلام کی پیروی کے بدولت ملا ہے۔ تو جب تابع اور مُقتدِی کو یہ مقام حاصل ہے، تو کیا مَتبوع اور مُقتدیٰ کا رُتبہ اُن سے بڑھ کر نہ ہوگا؟ دیکھیے شہید باوجود یہ کہ زندہ ہے، اُس کی حیات پر اللہ تعالیٰ کا کلام ناطق ہے، لیکن اُس پر

۹۱۔ الزمر:۳۹/۳۰

اَموات کے بعض اَحکام جاری ہوتے ہیں، مثلاً شہید کی بیوی بعد انقضائے عدّت دوسری جگہ نکاح کرسکتی ہے۔شہید کا ترکہ ورثاء میں منقسم ہو جاتا ہے۔جبکہ ہمارے آقا محمد مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا بعدِ وصال نہ تو ترکہ تقسیم کیا گیا۔اور نہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ازواج مطہرات کے لیے زندگی بھر کسی سے نکاح کرنا جائز تھا۔انبیاء کرام کی حیات بعد الممات کو بیان کرتے ہوئے امام اہلِ سنّت نے کیا خوب کہا ہے۔

تو زندہ ہے ، واللہ !تو زندہ ہے ، واللہ !　　میری چشمِ عالَم سے ،چھپ جانے والے

نیز فرماتے ہیں:

انبیاء کو بھی اجل آنی ہے　　مگر ایسی کہ فقط آنی ہے

''صحیح مسلم'' میں ہے:''حضرت سیّدنا ابن عبّاس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم نورِ مجسّم ،شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وادیٔ ''ازرق'' سے گزرے،آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا:''یہ کون سی وادی ہے''؟صحابہ کرام علیھم الرّضوان نے عرض کیا:یہ وادیٔ ''ازرق'' ہے۔آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشادفرمایا:گویا کہ میں حضرت موسیٰ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کو دیکھ رہا ہو، وہ بلند آواز میں تلبیہ پڑھتے ہوئے اِس وادی سے گزر رہے ہیں۔ پھر آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم وادیٔ ''ھرشیٰ'' سے گزرے۔آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا:''یہ کون سی وادی ہے''؟صحابہ کرام علیھم الرّضوان نے عرض کیا:''یہ وادیٔ ''ھرشیٰ'' ہے۔آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشادفرمایا:گویا کہ میں حضرت یونس بن متیٰ کی طرف دیکھ رہا ہوں،وہ ایک سُرخ رنگ کی فربہ اونٹنی پرسوار ہیں،جس کی مہار کھجور کی چھال سے بنی ہے،انہوں نے اونی جبّہ پہنا ہوا ہے،اور وہ "اَللّٰھُمَّ لَبَّیْكَ" کہتے ہوئے اِس وادی سے گزر رہے ہیں۔(۹۲)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:حضرت سیّدنا انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:پیارے آقا مکی مدنی مصطفیٰ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشادفرمایا:''میں حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کے پاس سے گزرا، اُس وقت وہ اپنی قبر میں نماز پڑھ رہے

۹۲۔ صحیح مسلم،کتاب الأیمان،باب الإسراء برسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم إلی السّمٰوات۔۔الخ برقم :۲۶۹،ص:۸۶۔

تھے''۔(۹۳)

امام مسلم روایت کرتے ہیں:حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں:''رسولِ اکرم،نورِ مجسم،شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشادفرمایا:میں نے اپنے آپ کو انبیاء کرام علیھم الصّلوٰۃ والسّلام کی ایک جماعت میں پایا،میں نے دیکھا کہ حضرت موسیٰ علیہ السّلام نماز پڑھ رہے ہیں،اور ان کے بال قبیلہ ''شنوءہ'' کے لوگوں کی طرح گھنگریالے تھے،اور اس وقت حضرت عیسیٰ بن مریم علیہ السّلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے،عروہ بن مسعود ثقفی اُن سے بہت مشابہ ہیں،اور اس وقت حضرت ابراہیم علیہ السّلام کھڑے ہوئے نماز پڑھ رہے تھے،اور تمہارے نبی علیہ الصّلوٰۃ والسّلام اُن کے ساتھ سب سے زیادہ مشابہ ہیں۔پھر نماز کا وقت آیا،اور میں نے ان سب نبیوں کی امامت کی۔(۹۴)

حضرت اَوس ثقفی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں: نبی پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشادفرمایا:تمہارے دنوں میں سب سے افضل جمعہ کا دن ہے،تم اس دن مجھ پر باکثرت درود پڑھا کرو، کیونکہ تمہارا درود مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔صحابہ کرام علیھم الرّضوان نے عرض کیا:یارسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ! آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم پر ہمارا درود کیسے پیش کیا جائیگا،حالانکہ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی ہڈیاں بوسیدہ ہوں چکی ہوں گی؟ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشادفرمایا:اللہ تعالیٰ نے زمین پر حرام کردیا ہے کہ وہ انبیاء کرام علیھم الصّلوٰۃ والسّلام کے اجسام کو کھائے۔(۹۵)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: میں نے رسولِ اکرم،نورِ مجسّم،شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کو فرماتے سُنا:اُس ذات کی قسم جس کے قبضۂ قدرت میں ابوالقاسم کی جان ہے!عیسیٰ بن مریم ضرور نازل ہونگے اِس حال میں کہ وہ امام عادل

۹۳۔ صحیح مسلم ،کتاب الفضائل ،باب من فضائل موسیٰ علیه السّلام ۱۶۵۔(۰۰۰) ص۹۲۷

۹۴۔ صحیح مسلم ،کتاب الایمان ،باب ذکر المسیح بن مریم ۔۔ الخ ۲۷۸۔ (۱۷۲) ص۸۴

۹۵۔ التّرغیب والتّرهیب ،کتاب الذّکر والدّعاء، التّرغیب فی اکثار الصّلوٰۃ علی النبی صلّی اللّٰه تعالیٰ علیه وسلّم ۲/۲۵۹۶۔۲۸

ہونگے، وہ ضرور صلیب توڑ ڈالیں گے، اور ضرور خنزیر کو قتل کرینگے، اور وہ ضرور لڑنے والوں کے درمیان صلح کرائیں گے، اور وہ ضرور بغض وکینہ دور کرینگے، اور ضرور ان پر مال پیش کیا جائے گا، تو وہ اسے قبول نہیں کرینگے، پھر اگر وہ میری قبر پر کھڑے ہوکر پکاریں گے: یا محمد !(صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم) تو میں ان کو ضرور جواب دونگا۔(۹۶)

حضرت ابودرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: رسول مکرّم، شاہِ بنی آدم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جمعہ کے دن مجھ پر کثرت کے ساتھ درود پڑھا کرو، کیونکہ یہ وہ دن ہے جس میں مجھ پر فرشتے پیش کئے جاتے ہیں، اور جو بندہ بھی مجھ پر درود پڑھتا ہے، اُس کی آواز مجھ تک پہنچتی ہے، خواہ وہ کہیں بھی ہو۔ ہم نے پوچھا: آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی وفات کے بعد بھی؟ تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: میری وفات کے بعد بھی، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام کے اجسام کھانے کو زمین پر حرام کردیا ہے۔(۹۷)

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے محبوب، دانائے غیوب عزّ وجلّ وصلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والسّلام اپنی قبور میں زندہ ہیں۔ اور نماز پڑھتے ہیں۔'' (۹۸)

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حبیبِ پروردگار، دوعالم کے مختار صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: جب بھی کوئی مجھ پر سلام بھیجتا ہے، تو اللہ تعالیٰ میری روح کو میری طرف لوٹا دیتا ہے، یہاں تک میں اس کے سلام کا جواب دیتا ہوں۔(۹۹)

حضرات انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کے اپنی قبور میں حیات ہونے میں علماء کا قطعاً کوئی اختلاف نہیں۔ اِس مسئلہ پر تمام اُمت کا اجماع ہے لیکن حیات فی القبور کی نوعیت کیا

۹۶۔ مسند أبي يعلى ،شهر بن حوشب عن أبي هريرة رقم الحديث: ۷۴۴/۶۵۷۷، ص۱۱۴۹
۹۷۔ جلاء الأفهام ،الباب الأوّل الكلام على حديث أبي درداء ،برقم :۱۰۸ ،ص۵۶
۹۸۔ مسند ابو يعلى الموصلى ،ثابت بنانی عن أنس رضی الله تعالیٰ عنه ، برقم ۳۴۲۵/۶۶۹، ص۶۵۸
۹۹۔ سنن أبي داؤد، كتاب المناسك ،باب زيارة القبور ،۲۰۴۱/ ص۳۶۶

ہے؟ اس میں اختلاف ہے۔ پس اکثر فقہاء و متکلمین کے نزدیک یہ حیات حقیقی، حسّی، دنیاوی جیسی بلکہ کئی جہات سے اُس سے بلند واعلیٰ وافضل ہے۔ چنانچہ اس ضمن میں چند مقتدر متبحر علماء کے اقوال ملاحظہ فرمائیے:

امام تقی الدین سبکی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا فرمان: انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اور شُہداء کی حیات، قبور میں دنیا کی حیات کی طرح ہے۔ اور اس کی دلیل حضرت موسیٰ کلیم اللہ علیہ الصّلوٰۃ والسّلام کا اپنی قبر میں نماز پڑھنا ہے۔ کیونکہ نماز، زندہ جسم کی مُتقاضی ہے۔(۱۰۰)

مُحقّق علی الاطلاق شیخ عبدالحق مُحدّث دہلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا فرمان: جاننا چاہیے کہ جملہ حضراتِ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی حیات، علماءِ مِلّت کے نزدیک متفق علیہ ہے، اور اِس میں کسی کا کوئی اختلاف نہیں ہے کہ اُن کی حیاتِ شہداء، اور اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے جانے والے لوگوں کی حیات سے کامل تر، اور قوی تر ہے، کیونکہ شہداء کی زندگی تو اللہ تعالیٰ کے نزدیک معنوی اور اُخروی ہے۔ جبکہ انبیاء کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام کی حیات حِسّی اور دنیاوی ہے۔ اور اِس بارے میں احادیث وآثار موجود ہیں۔(۱۰۱)

صدرالشّریعت حضرت مولانا امجد علی اعظمی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا فرمان: انبیائے کرام علیہم الصّلوٰۃ والسّلام اپنی اپنی قبروں میں اسی طرح بحیاتِ حقیقی زندہ ہیں، جیسے دنیا میں تھے، کھاتے پیتے ہیں، جہاں چاہیں، آتے جاتے ہیں۔ تحقیقِ وعدۂ اِلٰہیہ کے لیے ایک آن کو اُن پر موت طاری ہوئی، پھر بدستور زندہ ہیں۔(۱۰۲)

امام اہلسنّت، مجدّدِ دین وملّت، پروانۂ شمع رِسالت مولانا الشّاہ امام احمد رضا خان بریلوی علیہ رحمۃ اللہ القوی کا فرمان: حضرات انبیاء کرام صلوات اللہ وسلامہ علیہم حیات وممات ہر حالت میں طاہر وطیّب ہیں، بلکہ ان کے لیے موت محض آنی، تصدیقِ وعدۂ اِلٰہیہ کے لیے ہے پھر وہ ہمیشہ حیات حقیقی دنیاوی، روحانی وجسمانی کے ساتھ زندہ ہیں، جیسا کہ اہل سنّت والجماعت کا عقیدہ ہے، اِسی لیے کوئی اُن کا وارث نہیں ہوتا، اور اُن کی عورتوں کا کسی سے نکاح

۱۰۰۔ الحاوی للفتاوی ، کتاب البعث ،أنباء الأذكياء بحياة الأنبياء ،۲/ ۱۸۴
۱۰۱۔ مدارج النبوّة باب سوم ، وصل در بیان حیات انبیاء ،۲/ ۴۴۷
۱۰۲۔ بہار شریعت ۱/۱/۵۸

کرنا ممتنع ہے، بخلاف شہداء کے جن کے بارے میں کتاب مجید نے صراحت فرمائی ہے کہ وہ زندہ ہیں، اور نہی فرمائی کہ انہیں مردہ کہا جائے مگر اُن کی میراث تقسیم ہوگی، اور ان کی ازواج کا دوسرا نکاح ہوسکتا ہے۔ (۱۰۳)

ایک دوسرے مقام پر فرمایا: رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم اور تمام انبیاء کرام علیہم الصّلوۃ والسّلام حیاتِ حقیقی دنیاوی، روحانی، جسمانی سے زندہ ہیں، اپنے مزاراتِ طیّبہ میں نمازیں پڑھتے ہیں، روزی دیئے جاتے ہیں، جہاں چاہیں، تشریف لے جاتے ہیں، زمین و آسمان کی سلطنت میں تصرّف فرماتے ہیں۔ (۱۰۴)

اب ہم شہداء کی حیات بعد الممات کے حوالے سے کلام کرتے ہیں۔ فنقول وباللہ التوفیق

حیاتِ شہداء کا بیان

اللہ تعالیٰ قرآن عظیم میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ بَلْ اَحْيَآءٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ﴾ (۱۰۵)

ترجمہ: اور جو راہِ خدا عزّ وجلّ مارے جائیں، اُنہیں مردہ نہ کہو، بلکہ وہ زندہ ہیں، لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے۔

ایک مقام پر ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ اَلَّا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ وَّاَنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ﴾ (۱۰۶)

۱۰۳۔ الفتاوی الرّضویۃ المخرّجۃ :۳/۴۰۷-۴۰۴.

۱۰۴۔ الفتاوی الرضویۃ غیر المخرّجۃ، ۶/۱۵۵.

۱۰۵۔ البقرۃ:۲/۱۵۴

۱۰۶۔ آل عمران:۳/۱۷۱-۱۶۹

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز اُنہیں مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے ربّ عزّ وجلّ کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں، خوش ہیں، اُس پر جو اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنے فضل سے دیا۔ اور خوشیاں منا رہے ہیں اپنے پچھلوں کی، جو ابھی اُن سے نہ ملے، کہ اُن پر نہ کچھ اندیشہ ہے، اور نہ کچھ غم۔ خوشیاں مناتے، اللہ تعالیٰ کی نعمت اور فضل کی، اور یہ کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کا اَجر ضائع نہیں کرتا۔

حضرت مسروق بیان کرتے ہیں: ہم نے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے اِس آیت مبارکہ کے بارے میں استفسار کیا:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ﴾ (۱۰۷)

ترجمہ: اور جو راہِ خدا عزّ وجلّ میں مارے گئے، انہیں ہرگز مردہ خیال نہ کرنا، بلکہ وہ اپنے ربّ عزّ وجلّ کے پاس زندہ ہیں، رزق دیئے جاتے ہیں۔

تو انہوں نے فرمایا: ہم نے نبی پاک صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا، تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اُن کی روحیں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔ اُن کے لیے عرش میں قندیلیں لٹکی ہوئی ہیں، وہ روحیں جنّت میں جہاں چاہے، چرتی پھرتی ہیں۔ پھر اُن قندیلوں کی طرف لوٹ آتی ہیں۔ اُن کا ربّ ان کی طرف مطلّع ہو کر فرماتا ہے: کیا تمہیں کسی چیز کی خواہش ہے؟ وہ کہتے ہیں: ہم کو کس چیز کی خواہش ہو سکتی ہے؟ ہم جہاں چاہتے ہیں جنت میں چرتے پھرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تین بار اُن سے دریافت فرماتا ہے، پھر جب وہ دیکھتے ہیں کہ ان کو سوال کے بغیر نہیں چھوڑا جا رہا، تو وہ عرض کرتے ہیں: اے ہمارے ربّ عزّ وجلّ! ہم چاہتے ہیں کہ ہماری روحوں کو ہمارے جسموں میں لوٹا دیا جائے، حتّٰی کہ ہم دوبارہ تیری راہ میں قتل کئے جائیں، پھر جب اللہ تعالیٰ یہ دیکھتا ہے کہ انہیں کوئی حاجت نہیں، تو انہیں چھوڑ دیا جاتا ہے۔ (۱۰۸)

۱۰۷۔ آل عمران:۳/۱۶۹

۱۰۸۔ صحیح مسلم، کتاب الأمارۃ، باب فی بیان أرواح شہداء فی الجنّۃ برقم: ۱۸۸۷، ص ۷۵۴

حضرت کعب بن مالک بیان کرتے ہیں: رحمتِ عالَم، نورِ مجسّم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: بلاشبہ شہداء کی روحیں، جنّت میں سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں، جو جنّت کے پھلوں یا جنّت کے درختوں میں سے کھاتی ہیں۔ (۱۰۹)

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''جب تمہارے بھائی شہید ہوئے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کی اَرواح کو سبز پرندوں کے پوٹوں میں رکھ دیا، جو جنّت کی نہروں پر آکر اُس کے پھل کھاتی ہیں، اور عرش کے سائے میں مُعلّق سونے کی قندیلوں میں رہتی ہیں، جب اُن لوگوں نے اپنے کھانے اور پینے کی پاکیزگی کو دیکھا، تو کہا: ''ہمارے بھائیوں تک ہمارا یہ پیغام کون پہنچائے گا کہ ہم جنّت میں زندہ ہیں، اور ہمیں رزق دیا جاتا ہے تاکہ وہ جہاد سے کنارہ کشی نہ کریں اور (اعداءِ دین سے) جنگ کرنے سے اجتناب نہ کریں'' تو اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: میں تمہارا پیغام پہنچاؤں گا۔ پھر اللہ تعالیٰ نے یہ آیت مبارکہ نازل فرمائی:

﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتًا بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (۱۱۰)

ترجمہ: اور جو اللہ کی راہ میں مارے گئے، ہرگز اُنہیں مردہ نہ خیال کرنا، بلکہ وہ اپنے رب کے پاس زندہ ہیں، روزی پاتے ہیں۔ (۱۱۱)

اقوالِ مفسرین معتمدین

قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ رحمۃ اللہ القوی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ''۱۵۴'' کے تحت فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کی راہ کے شہید زندہ ہیں، اللہ تعالیٰ اُن کی اَرواح کو اَجساد کی قوت عطا فرماتا ہے، پھر وہ زمین و آسمان اور جنّت میں جہاں چاہتے ہیں، جاسکتے ہیں۔ وہ اپنے دوستوں کی امداد کرتے ہیں، اور اپنے دشمنوں کو تباہ و برباد کردیتے ہیں۔ اِن شاء اللہ۔ اِسی

۱۰۹۔ الترغیب والترھیب، کتاب الجھاد باب الترغیب فی الشّھادۃ برقم(۲۱۳۱)۔۲۰۱۸/۲/۱۸۸

۱۱۰۔ آل عمران: ۱۶۹/۳

۱۱۱۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب الجھاد، باب فضل الشّھادۃ رقم ۲۵۲۰، ۲۵/۳

حیات کی وجہ سے اُن کے اَجسام، بلکہ کفنوں تک کو مٹی نہیں کھاسکتی۔ (۱۱۲)

امام ابو محمد الحسین بن مسعود الفراء البغوی الشافعی المتوفّٰی ۵۱۶ھ اسی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر ''۱۵۴'' کے تحت فرماتے ہیں: حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں: شُہداء اللہ تعالیٰ کے پاس زندہ ہیں، اور اُن کی اَرواح کو رِزق پیش کیا جاتا ہے، جس سے اُن کو راحت وفرحت حاصل ہوتی ہے جیسا کہ آلِ فرعون کو صبح وشام آگ پر پیش کیا جاتا ہے، جس سے اُنہیں انتہائی کرب وتکلیف ہوتی ہے۔ (۱۱۳)

علامہ قرطبی علیہ رحمۃ اللہ القوی سورۂ آلِ عمران کی آیت نمبر ''۱۶۹'' کے تحت رقمطراز ہیں: ''اس آیتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ نے شُہداء سے متعلق یہ خبر دی ہے کہ شُہداء جنّت میں زندہ ہیں، اُنہیں رزق دیا جاتا ہے، اگرچہ وہ فوت ہوچکے، اور اُن کے اَجساد مٹی میں ہیں، لیکن اُن کی اَرواح، دیگر مومنین کی اَرواح کی مانند حیات ہیں، اور عام مومنین کے مقابلے میں قتل کے وقت سے اُنہیں رزق کے ذریعے فضیلت دی گئی، گویا کہ اُن کے لیے ہمیشہ کی دُنیاوی زندگی کو مقدر کردیا گیا ہو۔ (۱۱۴)

شُہدا کی حیات میں مختلف اقوالِ علماء ہیں، لیکن جمہور کا نظریہ وہی ہے، جسے ہم ذِکر کرچکے۔ اور وہ نظریہ یہ ہے کہ شُہداء کی حیات، حقیقی ہے۔ پھر بعض علماء کا قول یہ ہے کہ شُہداء کی اَرواح، اُن کی قبروں میں لوٹادیجاتی ہیں، اور وہ نعمتوں سے متمتع ہوتے ہیں، جیسا کہ کفار کو اُن کی قبروں میں قید کرکے عذاب دیا جاتا ہے۔ امام مجاہد علیہ الرحمۃ کا قول یہ ہے کہ شُہداء کو جنّتی پھل بطورِ رزق دیئے جاتے ہیں، یعنی وہ ان پھلوں کی خوشبو پاتے ہیں۔ بعض لوگ اِس طرف گئے کہ آیت مبارکہ میں شُہداء کا حیات ہونا، مجاز کے قبیل سے ہے، آیت کا معنی یہ ہے کہ شُہداء، اللہ تعالیٰ کے نزدیک جنّت میں نعمتوں کے مستحق ہوں گے۔ شُہداء کو زندہ کہنا یوں ہی ہے، جیسا کہ فوت ہونے والے کسی شخص کے متعلق کہا جاتا ہے ''وہ مرا نہیں ہے''۔ یعنی: اُس کا

۱۱۲۔ تفسیر المظھری تحت قولہ: ولا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ أمواتا الخ، ۱۶۹/۱

۱۱۳۔ معالم التّنزیل: تحت قولہ: ولا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ أمواتا۔۔۔الخ، ۱۳۰/۱

۱۱۴۔ الجامع لأحکام القرآن، تحت قولہ: ولا تحسبنّ الّذین قتلوا فی سبیل اللّٰہ أمواتا۔الخ، ۲۶۹/۲

ذکر، زندہ و جاوید ہے۔ اِس قول کے مطابق آیت کا معنی یہ ہوگا کہ شُہداء کو نیک نامی اور بہترین ثناء وتوصیف کا رزق دیا جاتا ہے۔ اور بعض علماء کا قول یہ ہے کہ شُہداء کی اَرواح سبز پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں۔ اور انہیں جنّت میں رزق دیا جاتا ہے، جسے وہ کھاتے ہیں، اور لُطف اندوز ہوتے ہیں۔ یہی صحیح ترین قول ہے کیونکہ یہ احادیثِ مبارکہ کے مطابق ہے۔

امام مالک روایت کرتے ہیں کہ حضرت عَمرُو بن الجموع انصاری اور حضرت عبداللہ بن عَمرُو انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی قبروں کو سیلاب نے اُکھاڑ دیا تھا، اُن کی قبریں سیلاب کے قریب تھیں، یہ دونوں ایک قبر میں مدفون تھے۔ یہ دونوں حضرات جنگِ اُحُد میں شہید ہوئے تھے، اُن کی قبر کھودی گئی تا کہ ان کی قبر کی جگہ تبدیل کی جاسکے، جب اُن کے جسموں کو قبر سے نکالا گیا، تو اُن کے جسموں میں کوئی تغیّر نہیں ہوا تھا۔ یوں لگتا تھا جیسے وہ کل فوت ہوئے ہوں، اُن میں سے ایک زخمی تھے، اور انہوں نے اپنا ہاتھ زخم پر رکھا ہوا تھا، ان کو اسی طرح دفن کیا گیا تھا، اُن کے ہاتھ کو اُس زخم سے ہٹا کر جب چھوڑا گیا، تو وہ پھر اپنے زخم پر آ گیا۔ جنگِ اُحد اور قبر کھودنے کے درمیان چالیس سال کا عرصہ تھا۔(۱۱۵)

امام ترمذی نے اپنی ''سُنَن'' میں ''اصحابُ الاُخدود'' کا واقعہ بیان کیا جس میں یہ بھی ہے کہ وہ لڑکا جس کو بادشاہ نے قتل کرایا تھا، اُسے دفن کر دیا گیا تھا۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانہ میں جب اُس کو قبر سے نکالا گیا، تو اُس نے اپنی اُنگلی اُسی طرح کنپٹی پر رکھی ہوئی تھی، جس طرح قتل کے وقت رکھی تھی۔(۱۱۶)

مؤرّخین نے نقل کیا ہے کہ حضرت مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنے ایامِ حکومت میں مدینۂ منورہ میں اُحد کے قبرستان کے وَسط میں پانی کا چشمہ نکالنے کا ارادہ کیا، اور لوگوں کو حکم دیا کہ یہاں جن کے خویش و اقارب دفن ہیں، اُن کو نکال کر دوسری جگہ منتقل کر لیں، تو لوگوں نے اپنے مردوں کو اُسی حالت پر تروتازہ پایا جو دفن کے وقت تھی۔ اور یہ جنگِ اُحد کے تقریباً

۱۱۵۔ الموطّا للأمام مالك، كتاب الجهاد، باب ۔۲۱ الدّفن في قبر واحد۔ الخ، برقم:۵۰، ص۴۱۰

۱۱۶۔ سنن التّرمذي، تفسير القرآن عن رَسول اللّه ﷺ، باب ومن سورة البروج، برقم:۳۳۵۱، ص۹۶۴

پچاس سال بعد کا واقعہ ہے حتیٰ کہ وہاں موجود تمام لوگوں نے دیکھا کہ حضرت حمزہ بن عبدالمطّلب کے پاؤں پر، کسی کا بیلچہ لگ گیا، تو خون بہہ نکلا۔(۱۱۷)

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: حضرت مُعاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جس دن میدانِ اُحُد میں چشمہ کھودا، تو بعض شہداءِ اُحُد کی قبریں کھل گئیں، جنہیں دیکھ کر ہماری آوازیں بلند ہو گئیں، ہم نے دیکھا کہ شہداءِ اُحُد بالکل تر و تازہ تھے، اور اُن کے جسم میں خون کی روانی ہوتی نظر آتی تھی۔ (۱۱۸)

تمام اہلِ مدینہ نے بیان کیا ہے کہ ولید بن عبدالملک بن مروان کے ایامِ حکومت میں، جبکہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ مدینہ پر والی مقرر تھے، تو اُس زمانہ میں حضور نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کی قبرِ انور کی دیوار منہدم ہوگئی، اور پاؤں مبارک ظاہر ہوگیا۔ لوگ گھبرا گئے کہ کہیں یہ سرکارِ دو عالَم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کا قدم مبارک نہ ہو۔ حتیٰ کہ سعید ابن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لوگوں سے بیان کیا کہ بے شک انبیاءِ کرام کے اَجساد، چالیس دن سے زائد زمین میں موجود نہیں رہتے۔ اس کے بعد اُن کو اٹھا لیا جاتا ہے۔ اور پھر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے پوتے، حضرت سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطّاب آئے اور انہوں نے پہچان کر کہا کہ یہ اُن کے دادا محترم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا قدم مبارک ہے۔ اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کر کے شہید کر دیا گیا تھا۔(۱۱۹)

شُہداء کے فضائل

کلمۂ اللہ کی بلندی کے لیے، اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے احکامات کو نافذ کرنے کے لیے، ظالموں کو لگام دینے کے لئے، مظلوم مسلمانوں کی حمایت و نصرت کرنے کے لیے، اسلامی سرحدوں کی حفاظت کرنے کے لیے، جو خوش نصیب مسلمان گھر

۱۱۷۔ الإصابة، ۵۲۹/۱
أيضاً أسد الغابة، ۶۰۸/۱

۱۱۸۔ الإصابة،۵۲۹/۱
أيضاً أسد الغابة،۶۰۸/۱

۱۱۹۔ التّذكرة، باب لا تأكل الارض أجساد الأنبياء ألخ ص:۱۸۵۔۱۸۴

بار، عیش و آرام، ازواج، واولاد کو چھوڑ کر جوشِ ایمانی کے جذبہ سے سرشار ہو کر اپنے گھروں سے نکل کر راہِ خُدا عزّ وجلّ میں اپنی جانوں کو قربان کر ڈالتے ہیں اُن شہداء کی عنداللہ قدر و منزلت انتہائی بلند و بالا ہے۔ یہ خوش نصیب شہادت کے رُتبہ پر فائز ہونے کے بعد من جانبِ اللہ جن انعامات و کرامات کے مستحق قرار پاتے ہیں، اُن مراتب تک فکرِ انسانی کے طائر کی پرواز نہیں۔ آیئے قرآن و حدیث کی روشنی میں اُن بعض انعامات سے متعلق آگاہی حاصل کریں جو ربّ العالمین نے شُہداء کے لیے تیار کر رکھے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے مقدس کلام ،قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے:

﴿فَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَأُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَأُوْذُوْا فِيْ سَبِيْلِيْ وَقٰتَلُوْا وَقُتِلُوْا لَأُكَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَيِّاٰتِهِمْ وَلَأُدْخِلَنَّهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهٰرُ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الثَّوَابِ﴾ (۱۲۰)

ترجمہ: تو وہ جنھوں نے ہجرت کی، اور اپنے گھروں سے نکالے گئے، اور میری راہ میں ستائے گئے، اور لڑے، اور مارے گئے، میں ضرور اُن کے سب گناہ اُتار دونگا، اور ضرور انہیں باغوں میں لے جاؤنگا، جن کے نیچے نہریں جاری ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پاس کا ثواب، اور اللہ تعالیٰ ہی کے پاس اچھا ثواب ہے۔

ایک مقام پر خدائے احکم الحاکمین ارشاد فرماتا ہے:

﴿وَالَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ أَعْمَالَهُمْ سَيَهْدِيْهِمْ وَيُصْلِحُ بَالَهُمْ وَيُدْخِلُهُمُ الْجَنَّةَ عَرَّفَهَا لَهُمْ﴾ (۱۲۱)

ترجمہ: اور جو اللہ تعالیٰ کی راہ میں مارے گئے، اللہ تعالیٰ ہرگز ان کے عمل ضائع نہ فرمائے گا، جلد انہیں راہ دے گا، اور اُن کا کام بنادے گا۔ اور اُنہیں جنّت میں لے جائے گا، انہیں اس کی پہچان کرادی ہے۔

آیئے اب چند احادیثِ مبارکہ پڑھ کر شُہداء کے اعزازات و اکرامات سے متعلق

۱۲۰۔ آل عمران: ۳/۱۹۵

۱۲۱۔ محمد: ۴۷/۴۔۶

آشنائی حاصل کرتے ہیں:

حضرت سَمُرَہ بن جُنْدُب بیان کرتے ہیں کہ رسولِ اکرم، شاہِ بنی آدم، صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: گزشتہ رات میں نے دیکھا کہ دو شخص میرے پاس آئے، اور مجھے ساتھ لے کر ایک درخت کے اُوپر چڑھ گئے، اور مجھے ایک بہت خوبصورت، اور فضیلت والے گھر میں داخل کردیا، میں نے اُس کی مثل گھر کبھی نہ دیکھا تھا، پھر انہوں نے مجھ سے کہا: ''یہ شُہداء کا گھر ہے''۔ (۱۲۲)

حضرت سیّدنا مِقْدَام بن مَعْدِی کَرِب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں: نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: ''بلاشبہ اللہ تبارک وتعالیٰ شہید کو چھ انعام عطا فرماتا ہے:

(۱) اُس کے خون کا پہلا قطرہ گرتے ہی، اُس کی مغفرت فرمادیتا ہے، اور جنّت میں اُسے اُس کا ٹھکانہ دکھادیتا ہے۔

(۲) اسے عذابِ قبر سے محفوظ رکھتا ہے۔

(۳) قیامت کے روز اُسے بڑی گھبراہٹ سے، اَمن میں رکھے گا۔

(۴) اُس کے سر پر وقار کا تاج رکھے گا، جس کا یاقوت دنیا، اور اُس کی ہر چیز سے بہتر ہوگا۔

(۵) اُس کا بہتّر (۷۲) حوروں کے ساتھ نکاح کرائے گا۔

(۶) ستّر رشتہ داروں کے حق میں، اُس کی شفاعت قبول فرمائے گا۔ (۱۲۳)

اب ہم حضراتِ اولیاءِ کرام کی حیات بعد المَمات کو ذِکر کرتے ہیں۔ و باللّٰہ التوفیق

حیاتِ اَولیاء کا بیان

اولیاءِ کرام، صدّیقین ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ﴾ (۱۲۴) کے مشمول ہیں۔ قاضی ثناء اللہ پانی پتی علیہ رحمۃ اللہ القوی وغیرہ علماء نے اسے بیان کیا ہے۔ اولیاء اللہ کو قبر میں

۱۲۲۔ صحیح البخاری، کتاب الجهاد، ٤۔باب درجات المجاهدين الخ، برقم: ۲۷۹۱، ص ۵۱۵

۱۲۳۔ سُنَن ابن ماجة، كتاب الجهاد، باب فضل الشّهادة في سبيل الله، برقم ۲۷۹۹، ص ٤٥٤، ٤٥٥

۱۲٤۔ آل عمران: ۳/۱۶۹

جسمانی حیات عطا کی جاتی ہے۔ اس کی دلیل یہ حدیثِ مبارک ہے: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مومن بندہ، جب فرشتوں کے سوالات کا جواب دے دیتا ہے، تو اُس کی قبر میں ستر در ستر وُسعت کردی جاتی ہے۔ اور فرشتے اُس سے کہتے ہیں کہ اُس دلہن کی طرح سوجا! جس کو اُس کے محبوب اَہل کے سوا کوئی بیدار نہیں کرتا، حتّیٰ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اُس کو قبر سے اٹھائے گا۔ (۱۲۵)

عام مومنین کے اَجسام کو زمین کھا جاتی ہے، مگر صالحین، مطیعین مسلمانوں کے اَجسام کو زمین نہیں کھا سکتی۔ چونکہ نیند، حیات کی فرع ہے، تو ثابت ہوا کہ اولیاء کرام کو بھی حیاتِ جسمانی عطا کی جاتی ہے۔ پس عام مسلمانوں کے اَجسام تو مٹی میں مل جاتے ہیں، فقط اُن کے جسم کا ''عَجْبُ الذَّنَب'' نامی ذرّہ باقی رہتا ہے جس پر ثواب وعذاب مُرتّب ہوتا ہے۔ جبکہ اولیاءِ کرام کے اَجسام بھی صحیح وسلامت رہتے ہیں۔

حضرت سیّدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں: نبی کریم، رء وف رحیم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: انسان کا سارا بدن، سوائے ایک ہڈّی کے مٹی ہوجاتا ہے اور وہ ''عَجْبُ الذَّنَب'' ہے۔ اور قیامت کے دن انسان کو، اُسی پر مُرَکّب کیا جائے گا۔ (۱۲۶)

نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا کہ ثواب کی نیت سے اذان دینے والا، اُس شہید کی طرح ہے، جو اپنے خون سے لتھڑا ہوا ہو، اور اگر وہ مرگیا تو اُس کی قبر میں کیڑے نہیں پڑینگے۔ (۱۲۷)

اس حدیث مبارکہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جو مومن ثواب کی نیت رکھتا ہو، اُس کو بھی زمین نہیں کھاتی۔ اولیاءِ کرام یقیناً اَعمالِ صالحہ، اللہ عزّ وجلّ کی رضا اور خوشنودی ہی کے لیے کرتے ہیں۔ پس اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ اولیاءِ کرام کے اَجسام بھی مٹی نہیں کھا سکتی۔ اور

۱۲۵۔ جامع الترمذی، الجنائز عن رسول اللّٰہ صلّی اللّٰہ تعالیٰ علیہ وسلّم، باب ماجاء فی عذاب القبر، برقم: ۱۰۷۱، ۲/۱۶۳

۱۲۶۔ صحیح مسلم، کتاب الفتن وأشراط السّاعة، باب مابین النّفختین، برقم: ۱۴۱۔ (۲۹۵۵) ص۱۱۳۲

۱۲۷۔ الجامع الصّغیر، برقم: ۹۱۳۴، ص۵۴۸

ان حضرات کو بارگاہِ الٰہی سے بعدِ وفات، حیاتِ جسمانی عطا کی جاتی ہے۔

عام مومن کی حیات کا بیان

جیسا کہ پہلے عرض کیا جاچکا کہ عام مومنین کے اَجسام عموماً گل سڑ جاتے ہیں، لیکن ''عَجْبُ الذَّنَب'' نامی ذرّہ جو انسانوں کی پیٹھ میں ہوتا ہے، وہ ختم نہیں ہوتا۔ پس فرمانبردار ہونے کی صورت میں اُسی ذرّہ پر ثواب مرتّب ہوتا ہے۔ اور نافرمان وگنا ہگار ہونے کی صورت میں اُسی ذرّہ پر عذاب کا سلسلہ ہوتا ہے۔ چنانچہ علاّمہ علی بن سلطان بن محمد القاری متوفّٰی ۱۰۱۴ھ اِس عُنوان سے متعلق گفتگو کرتے ہوئے فرماتے ہیں: انسان کے جسم کا جُزءِ اصلی، وہ جُز ہے جو اُس کے جسم میں اوّلِ عمر سے آخرِ عمر تک باقی رہتا ہے۔ اور بدن کی فربہی، اور لاغری کے ہر دور میں وہ جُز مشترک رہتا ہے۔ اُسی کی حیات سے، سارے بدن کی حیات ہوتی ہے۔ اور جب انسان مرجائے، تو خواہ اُس کو قبر میں دفن کردیا جائے، یا اُس کو درندے کھالیں، اُس کے بدن کا وہ جزءِ اصلی جس جگہ بھی ہو، اُس کی روح اُس جُزء کے متعلق کردی جاتی ہے۔ اور اِس تعلّق کی وجہ سے اُس میں حیات آجاتی ہے تاکہ اُس سے سوال کیا جائے، پھر اُس کو ثواب یا عذاب دیا جائے۔ اور اِس اَمر میں کوئی اِستِبعاد نہیں ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ تمام جُزئیات اور کُلّیات کا علم رکھتا ہے۔ اور وہ بدن کے تمام اَجزاء کو، اُن کی مکمّل تفصیل کے ساتھ جانتا ہے۔ اور وہ جانتا ہے کون سا جُزء کس جگہ پر ہے۔ اور کون سا جزء، اُس کے بدن کا جزءِ اصلی ہے۔ وہ جزءِ اصلی اس کے بدن کے ساتھ ہو، یا کائنات میں کہیں اکیلا ہو، اللہ تعالیٰ ہر حال میں، انسان کی روح کو اس جزء کے ساتھ متعلق کرنے کی قدرت رکھتا ہے۔ بلکہ اگر کسی انسان کے تمام اَجزاءِ بدن، مشرق ومغرب میں منتشر ہوجائیں، تب بھی اللہ تعالیٰ اُس انسان کی روح کو اُن تمام اجزاء کے ساتھ متعلق کرنے پر قادر ہے۔ (۱۲۸)

حکیم الامّت مفتی احمد یار خان متوفّٰی ۱۳۹۱ھ نے ارشاد فرمایا: جو مردہ دفن نہ بھی ہو، بلکہ اُسے جلا کر خاک کردیا گیا ہو، یا شیر و مچھلیاں کھا گئی ہوں، اُس کے اجزائے اصلیہ سے روح

۱۲۸۔ مرقاۃ المفاتیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الإیمان، باب أثبات عذاب القبر، الفصل الثّانی برقم: ۱۱۳۰، ۳۴۷-۳۴۸

متعلق کر دیجاتی ہے، اور سوال و جواب (قبر میں) ہوجاتے ہیں، اگر چہ وہ اجزاء دُنیا میں بکھرے ہو۔(۱۲۹)

صدرالشریعہ مولانا امجد علی اعظمی متوفی ۱۳۷۶ھ ارشاد فرماتے ہیں: انبیاء کرام علیہم السلام اور اولیاء کرام، علمائے دین، وشہداء، وحافظانِ قرآن کہ قرآن مجید پر عمل کرتے ہوں، اور جو منصب محبت پر فائز ہیں، اور وہ جسم جس نے کبھی اللہ تعالیٰ کی معصیت نہ کی، اور وہ کہ اپنے اوقات درود شریف میں مستغرق رکھتے ہیں، اُن کے بدن کو مٹی نہیں کھا سکتی۔(۱۳۰)

حضرت برّاء بن عازب رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم رسولِ اکرم، نورِ مجسم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ساتھ ایک انصاری کے جنازے میں گئے، ہم قبر تک پہنچے، جب لحد بنالی گئی، تو نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم بیٹھ گئے، ہم آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے اردگرد یوں بیٹھ گئے، گویا کہ ہمارے سروں پر پرندے ہیں۔ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم کے ہاتھ میں ایک لکڑی تھی، جس کے ساتھ آپ زمین کرید رہے تھے۔ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے اپنا سر اقدس اُٹھا کر دو یا تین بار فرمایا: عذابِ قبر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو! اور فرمایا: جب لوگ پیٹھ پھیر کر جائیں گے، تو یہ ضرور اُن کی جوتیوں کی آواز سنے گا۔ جب اس سے یہ کہا جائے گا: اے شخص! تیرا رب کون ہے؟ وہ کہے گا: میرا ربّ اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر وہ کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: میرا دین اسلام ہے۔ پھر وہ کہیں گے: وہ شخص کون تھا، جو تم لوگوں میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: وہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہیں۔ پھر وہ کہیں گے: تمہیں کیسے معلوم ہوا؟ وہ کہے گا: میں نے کتاب پڑھی، میں اس پر ایمان لایا، اور میں نے اس کی تصدیق کی۔ اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق ہے:

﴿یُثَبِّتُ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ﴾ (۱۳۱)

ترجمہ: اللہ ثابت رکھتا ہے، ایمان والوں کو حق بات پر، دنیا کی زندگی اور

۱۲۹۔ مراۃ المناجیح شرح مشکاۃ المصابیح، کتاب الأیمان، الفصل الثانی، برقم: ۱۲۲، ۱/۱۲۸

۱۳۰۔ بہار شریعت، ۱/۱، ص ۱۱۴

۱۳۱۔ إبراهیم: ۱۴/۲۷

آخرت میں۔

پھر آسمان سے ایک منادی یہ ندا کرے گا کہ میرے بندے نے سچ کہا، اس کے لیے جنّتی فرش بچھادو! اور جنّتی لباس پہنادو! اور اُس کے لیے جنّت کی طرف دروازہ کھول دو! پھر اُس کے پاس جنّت کی ہوائیں، اور جنّت کی خوشبو آئے گی، اور اُس کی قبر حدِّ نگاہ تک وسیع کر دی جائیگی۔ الخ (۱۳۲)

اِس حدیثِ پاک سے معلوم ہوا کہ عام مومنین کو جو برزخی زندگی عطا کی جاتی ہے، اللہ تعالیٰ کی رضامندی کی صورت میں وہ جنّتی نعمتوں سے متمتّع ہوتے ہیں۔

کافر کی حیات کا بیان

اللہ تعالیٰ کے وجود، اور اُس کی صفات کے مُنکر، اُس کے رُسُل علیہم السّلام کی نبوت، اور معجزات کے منکر، ضروریاتِ اسلام کا ٹھٹا بنانے والے، جب دنیا سے عالَمِ برزخ کی طرف منتقل ہوتے ہیں، تو اُنہیں وہاں گونا گوں عذابات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ اگرچہ وہ دنیا میں اُن کا قول یہی رہا ہو:

﴿وَقَالُوْا مَا هِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَنَحْیَا وَمَا یُهْلِكُنَآ اِلَّا الدَّهْرُ﴾ (۱۳۳)

یعنی، ہماری تو بس یہی دنیاوی زندگی ہے، جس میں ہم مرتے، اور جیتے ہیں۔ اور ہمیں تو ضرور زمانہ ہی ہلاک کرتا ہے۔

یہ طبقہ بطورِ اعتراض واستہزاء، انبیاء کرام علیہم الصلوۃ والسّلام سے یوں گفتگو کیا کرتا تھا:

﴿ءَاِذَا مِتْنَا وَكُنَّا تُرَابًا ذٰلِكَ رَجْعٌۢ بَعِیْدٌ﴾ (۱۳۴)

ترجمہ: کیا جب ہم مر جائیں گے، اور مٹی ہو جائینگے (تو دوبارہ اٹھائے جائینگے؟) یہ لوٹنا تو بہت بعید ہے۔

۱۳۲۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب السّنّة، باب فی المسئلة فی القبر وعذاب القبر، برقم: ۴۷۵۳، ص ۸۹۰

۱۳۳۔ الجاثیة، ۴۵/۲۴

۱۳۴۔ ق: ۵۰/۳-۲

حضرت برَاء بن عازب سے منقول روایت میں یہ بھی ہے: ''آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے کافر کی موت کا ذکر کیا، اور فرمایا: اُس کے جسم میں اُس کی روح لوٹائی جائے گی۔ اور اُس کے پاس دو فرشتے آکر، اُس کو بٹھائیں گے، اور اُس سے کہیں گے: تیرا رَبّ کون ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ اُس سے کہیں گے: تیرا دین کیا ہے؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر وہ کہیں گے: یہ شخص کون ہے، جو تم میں بھیجا گیا تھا؟ وہ کہے گا: افسوس! میں نہیں جانتا۔ پھر آسمان سے ایک منادی ندا کریگا: اُس نے جھوٹ بولا، اِس کے لیے دوزخی فرش بچھا دو! اور اِس کو دوزخ کا لباس پہنا دو! اور اِس کے لیے دوزخ کی طرف ایک دروازہ کھول دو! اس کے پاس دوزخ کی تپش، اور گرم ہوا آئے گی، اور اُس پر اُس کی قبر تنگ کر دی جائے گی، حتیٰ کہ ایک طرف کی پسلیاں، دوسری طرف نکل جائینگی۔ پھر اُس پر ایک اندھا اور گونگا فرشتہ مُسلّط کیا جائے گا، اُس کے پاس لوہے کا ایک گُرز ہوگا، جس کی ضرب اگر پہاڑ پر لگائی جائے، تو وہ بھی مٹی کا ڈھیر ہو جائے۔ پھر وہ گُرز، اُس کافر کو مارے گا، جس سے وہ چیخ مارے گا، جس کو جنّ وانس کے سوا سب سُنیں گے۔ اور وہ کافر مٹی ہو جائے گا۔ اور اُس میں پھر دوبارہ روح ڈال دی جائیگی۔ (۱۳۵)

امام ابویعلیٰ احمد بن علی موصلی متوفّٰی ۳۰۷ھ نے اپنی ''مسند'' میں یہ حدیث شریف بیان کی: حضور اکرم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: کیا تم کو علم ہے یہ آیتِ مبارکہ:

﴿وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِىْ فَاِنَّ لَه مَعِيْشَةً ضَنْكًا وَّنَحْشُرُه يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَعْمٰى﴾ (۱۳۶)

ترجمہ: اور جو میری یاد سے منہ پھیرے، اُس کی زندگانی تنگی میں گزرے گی، اور قیامت کے روز ہم اُسے اندھا اٹھائیں گے۔

کس کے متعلق نازل ہوئی ہے؟ آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: کیا تم جانتے ہو کہ تنگی میں زندگی گزارنے سے کیا مراد ہے؟ صحابہ کرام علیہم الرّضوان نے عرض کیا: اللہ

۱۳۵۔ سُنَن أبی داؤد، کتاب السّنّة، باب فی المسئلة فی القبر وعذاب القبر برقم: ۴۷۵۳، ص ۸۹۰

۱۳۶۔ طٰہٰ: ۲۰/۱۲۴

عزّ وجلّ اور اُس کے رسول صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم ہی کو علم ہے تو آپ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے ارشاد فرمایا: اِس سے مراد، کافر کا عذابِ قبر ہے۔ اور اُس ذات کی قسم، جس کے قبضۂ قُدرت میں میری جان ہے! کافر کے اوپر، ننانوے ''تنین'' مُسلّط کیے جائیں گے۔ تم کو معلوم ہے ''تنین'' کیا ہے؟ وہ ستر سانپ ہیں، ہر سانپ کے سات سر ہیں، وہ اُس کافر کو قیامت تک کاٹتے، اور ڈنک مارتے رہیں گے۔ (۱۳۷)

علاّمہ کمال الدّین محمد بن محمد متوفّٰی ۹۰۵ھ فرماتے ہیں: کفّار کی اَرواح اپنے اَجسام کے ساتھ متّصل ہوتی ہیں، اُن کی ارواح کو عذاب دیا جاتا ہے، اور اُن کے اَجسام کو، اُس کا درد، وتکلیف ہوتی ہے۔ جیسے سورج آسمان پر ہے، اور اس کا نور زمین پر ہے۔ (۱۳۸)

زندہ افراد کے اعمال کا فوت شُدگان پر پیش کیا جانا

مرنے کے بعد، مؤمنین کا اپنے عزیزوں سے تعلّق یکسر منقطع نہیں ہو جاتا، بلکہ انہیں عالَمِ برزخ میں اُن کے پیاروں کی خبریں ملتی رہتی ہیں۔ اس حوالے سے چند روایات ملاحظہ فرمائیں:

امام عبداللہ ابن مبارک متوفّٰی ۱۷۹ھ نے حضرت ابوایوب انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب مؤمن کی روح قبض کی جاتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے بندوں میں سے بخشے ہوئے لوگ، اُس سے ملاقات کرتے ہیں، جیسے دنیا میں بشارت دینے والے ملتے تھے۔ وہ اس کی طرف متوجّہ ہو کر اُس سے حال احوال پوچھتے ہیں۔ پھر ایک دوسرے سے کہتے ہیں کہ اپنے ساتھی کو دیکھو تا کہ اس کو راحت ملے، کیونکہ یہ پہلے شدید کرب والم میں تھا۔ پس وہ اُس سے دریافت کرتے ہیں کہ فلاں مرد کا کیا ہوا؟ فلاں عورت کا کیا ہوا؟ کیا اس نے شادی کر لی ہے؟ پھر اس مرد کے متعلق سوال کرتے ہیں جو اس سے پہلے فوت ہوا تھا۔ وہ بتاتا ہے: وہ تو مجھ سے پہلے فوت ہو گیا۔ وہ کہتے ہیں: ''اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّا اِلَيْهِ رَاجِعُوْنَ'' اُس کو ''ہاویہ'' میں پہنچا دیا گیا ہے۔ اور ''ہاویہ'' کیا ہی برا ٹھکانہ

۱۳۷۔ مسند أبی یعلی، شھر بن حوشب، عن أبی ھریرۃ، برقم: ۶۶۳۷، ص ۱۱۵۸

۱۳۸۔ المسامرۃ شرح المسایرۃ، الرّکن الرّابع، الأصل الثّالث، سوال منکر ونکیر، ص ۲۲۷

ہے! اور کہا کہ بے شک تمہارے اَعمال برزخ میں تمہارے رشتہ داروں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں۔ اگر وہ اعمال اچھے ہوں، تو ان کو خوشی اور مسرّت ہوتی ہے۔ اور کہتے ہیں: اے اللہ! تیرا اپنے بندہ پر انعام اور فضل ہے، تو اپنے بندے پر اُس نعمت کو پورا کر! اور اسی پر اس کا خاتمہ کر! اور بُرے اعمال بھی ان کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اُس وقت وہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! تو اپنے بندے پر رحم وکرم فرما! (۱۳۹)

حضرت ابو درداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرمایا کرتے تھے کہ بے شک تمہارے اعمال، تمہارے فوت ہونے والوں کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر اعمال اچھے ہوں، تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر بُرے ہوں، تو اُن کو تکلیف ہوتی ہے۔ حضرت ابو درداء یہ دعا کیا کرتے: اے اللہ! میں کسی ایسے عمل سے تیری پناہ میں آتا ہوں، جس سے حضرت عبداللہ بن رَوَاحَہ کو ذِلّت ورسوائی کا سامنا کرنا پڑے۔ اور ایک روایت میں یوں ہے کہ اے اللہ! میں ایسے عمل سے تیری پناہ چاہتا ہوں، جس کے کرنے کی وجہ سے عبداللہ بن رَوَاحَہ رسوا ہو جائیں۔ (۱۴۰)

امام عبداللہ ابن مبارک نے حضرت عثان سے روایت کی، وہ بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے حضرت سعید بن جُبَیر نے کہا کہ میں اپنی بھتیجی (یعنی: عَمْرُو بن اَوْس کی بیٹی اور حضرت عثان کی بیوی) سے ملنا چاہتا ہوں، میرے لیے اجازت لے کر آئیں، چنانچہ جب اجازت لے کر میں نے ان کو بتایا، تو وہ گھر تشریف لائے اور پوچھا کہ بھتیجی! بتاؤ تمہارے شوہر کا تمہارے ساتھ کیسا سلوک ہے؟ اس نے کہا کہ بے شک وہ میرے محسن ہیں۔ اور وہ اپنی استطاعت کے مطابق اچھا برتاؤ کرتے ہیں۔ پھر حضرت سعید ابن جبیر میری طرف مُتوجّہ ہوئے، اور فرمایا کہ اے عثان! ہماری بچی کے ساتھ نیکی کرنا، اور تم جو بھی سلوک اُس کے ساتھ کرتے ہو، وہ اس کے والد عمرو بن اوس کو معلوم ہو جاتا ہے۔ عثان کہتے ہیں کہ میں نے کہا: کیا مُردوں کو بھی زندوں کی خبریں پہنچ جاتی ہیں؟ حضرت سعید ابن جبیر کہنے لگے: ہاں! ہر شخص کو اس کے عزیز و اَقارِب کے اَحوال کی خبر کر دی جاتی ہے، اگر وہ اچھی خبر ہو، تو مرنے والوں کو خوشی ہوتی ہے۔

۱۳۹۔ الزّهد والرّقائق لابن مبارك، باب بشرى المومن عندالموت وغير ذلك، برقم: ۴۱۹، ص ۲۶۳

۱۴۰۔ المنامات، عرض أعمال الأحياء على الأموات، برقم: ۵، ۳/۱۷۔۱۸

اور اگر کوئی بری خبر ہو، تو اُن کو افسوس ہوتا ہے، اور وہ غمگین ہوتے ہیں، حتی کہ پہلے مُردوں کی روحیں، نئے فوت ہونے والے کی روح سے، اُس مرد کے متعلق جو اس سے پہلے فوت ہو چکا ہوتا ہے، سوال کرتی ہیں کہ اس کا کیا بنا؟ تو کہا جاتا ہے کہ کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ تو وہ کہتے ہیں: نہیں! لگتا ہے اُس کو فرشتے ''ہَاوِیَہ'' کی طرف لے گئے ہیں۔ (۱۴۱)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ بے شک رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب کوئی شخص مرجاتا ہے، اور اُس کی روح کو آسمان پر لے جایا جاتا ہے، تو اُس کے پاس مؤمنین کی روحیں آتی ہیں، اور اُن کو اُس نئی آنے والی روح سے مل کر، اُس سے زائد خوشی ہوتی ہے، جتنی کسی کو اپنے سفر سے آنے والے عزیز کو دیکھ کر ہوتی ہے۔ پھر وہ پوچھتی ہیں کہ فلاں مرد کا کیا حال تھا؟ اور فلاں عورت کا کیا بنا؟ پھر آپس میں ایک دوسرے سے کہتی ہیں: اچھا اس کو چھوڑو! یہ دنیا کے غموں میں پھنسا ہوا تھا۔ اور جب (وہ ایسے شخص کے متعلق پوچھتے ہیں جو اُس شخص سے پہلے مرگیا تھا) تو وہ کہتی ہے: کیا وہ تمہارے پاس نہیں آیا؟ وہ کہتی ہیں کہ اس کو ہَاوِیَہ میں لے گئے۔ (۱۴۲)

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: تمہارے اعمال، تمہارے مرجانے والے خویش و اقارب کے سامنے پیش کیے جاتے ہیں، اگر اچھے اعمال ہوں، تو وہ خوش ہوتے ہیں۔ اور اگر بُرے اعمال ہوں، تو وہ افسردہ و غمگین ہوتے ہیں۔ اور یہ دعا کرتے ہیں: اے اللہ! تو انہیں اپنی فرمانبرداری کرنے کی توفیق دے! (۱۴۳)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ تعالیٰ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب تم میں سے کوئی شخص فوت ہوتا ہے، تو تمہاری روحیں اپنے مرنے والے رشتہ

۱۴۱۔ الزّهد والرّقائق لابن مبارك، باب بشرى المومن عندالموت وغير ذلك، برقم: ۴۲۲، ص ۲۶۴

۱۴۲۔ سُنَن النّسائی، كتاب الجنائز، باب مَا يُلْقَى بِهِ الْمُؤْمِنُ مِنَ الْكَرَامَةِ عِنْدَ خُرُوجِ نَفْسِهِ، برقم: ۱۸۳۰، ص ۳۱۳

۱۴۳۔ مسند أبي داؤد الطّيالسي، ما أسند جابر بن عبدالله الأنصاري، الأفراد عن جابر رضي الله تعالى عنه، برقم: ۱۹۰۳، ۳/۲۰...

داروں، اورعزیزوں کی روحوں کے پاس آتی ہیں، پھر وہ روحیں آپس میں ایک دوسرے سے
کہتی ہیں: اس کو آرام کرنے دو! کیونکہ یہ دنیا میں تکلیف میں تھا۔ پھر آپ نے ذِکر فرمایا کہ
بعد میں پھر ارواح، اُس نئے آنے والی روح سے دنیا والوں کے احوال دریافت کرتی ہیں کہ
فُلاں کا کیا بنا؟ اور فلاں عورت نے کیا کیا ہے؟ اگر وہ اچھے کام کا ذِکر کرے، تو اُن کو خوشی ہوتی
ہے۔ اور اگر اُن کے بُرے کام کا ذِکر کیا جائے، تو دعا کرتی ہیں کہ اے اللہ! اُس کی مغفرت
فرمادے! حتّٰی کہ وہ اَرواح، اس سے یہ بھی پوچھتی ہیں کہ فُلاں لڑکے کی شادی ہوگئی ہے؟
اور فُلاں لڑکی کی شادی ہوگئی ہے؟ اور فرمایا کہ وہ اُس سے اُس شخص کے متعلق سوال کرتی ہیں
جو اُس سے پہلے فوت ہو چکا ہوتا ہے، تو یہ شخص کہتا ہے: وہ تو مجھ سے پہلے مر چکا ہے، کیا وہ ابھی
تک تمہارے پاس نہیں پہنچا؟ آیا وہ تمہارے پاس سے نہیں گزرا؟ تو وہ (ارواح) کہتی ہیں
نہیں، بخدا! پھر "اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّآ اِلَیْہِ رٰجِعُوْنَ" پڑھتے ہیں، اور کہتے ہیں: اس کو اُس کی اصل
یعنی "ہَاوِیَۃ" کی طرف لے جایا گیا ہے۔ "ہَاوِیَۃ" کیا ہی برا ٹھکانہ ہے۔ اور وہ بھی کتنا بُرا ہے، جو
اُس میں گیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اُس سے گھر کی بلّی تک کے بارے میں پوچھتے ہیں۔ (۱۴۴)

عذاب جسم کو ہوگا، یا روح کو، یا دونوں کو؟

ثواب وعذاب، روح وجسم دونوں کو ہوگا۔ اِس حوالے سے حضرت سیّدنا ابن عبّاس
رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ایک آیتِ مبارکہ کی تفسیر کے تحت فرمایا کہ روزِ قیامت لوگوں میں
خصومت یہاں تک بڑھے گی کہ روح وجسم میں جھگڑا ہوگا۔ روح کہے گی: اے میرے
ربّ! روح کی ابتداء تجھ سے ہے۔ تو نے اِس کو پیدا فرمایا ہے۔ نہ میرے لیے ہاتھ تھا، کہ جس
سے میں کسی کو پکڑتی۔ نہ پاؤں تھا، کہ چلتی۔ نہ آنکھ تھی، کہ دیکھتی۔ نہ کان تھا، کہ سنتی۔ نہ عقل و
دماغ، کہ جس سے سوچتی اور سمجھتی۔ حتّٰی کہ تو نے مجھے اِس جسم میں داخل فرمادیا، اور یہ سب کچھ
اس جسم کا کیا دھرا ہے۔ اور تو اِسی کو دوگنا عذاب دے، اور مجھے نجات عطا کردے۔ اور جسم
کہے گا: یاربّ! تو نے مجھے اپنے دستِ قدرت سے تخلیق فرمایا ہے، میں تو ایک لکڑی کی طرح
تھا، نہ پکڑنے کو ہاتھ۔ نہ چلنے کو، پاؤں۔ نہ دیکھنے کو، آنکھ۔ نہ سننے کو، کان۔ جب یہ روح نوری

۱۴۴۔ التذکرۃ باب ماجاء فی تلاقی الأروح، ص ۶۳

شعاع کی طرح آئی، تو اس سے میری زبان، بولنے لگی۔ آنکھ، بینا ہوگئی۔ پاؤں، چلنے لگے۔
کان، سننے لگے۔ جو کچھ کیا، اس نے کیا ہے۔ مجھے بچالے! اس کو دو چند عذاب میں مبتلا
فرما۔ اللہ تعالیٰ ایک مثال بیان فرمائے گا کہ ایک اندھا، اور ایک لولا دونوں ایک باغ میں گئے
۔ اندھے کو پھل نظر نہیں آتے تھے، اور لولے کا ہاتھ ان تک نہیں پہنچتا تھا۔ تو اندھے کو لولے
نے کہا: ادھر آ! مجھے اپنے کندھوں پر بٹھالے! میں پھل توڑتا ہوں، اِس طرح ہم دونوں پیٹ
بھر کر پھل کھائیں گے۔ چنانچہ اندھے نے لولے کو، اپنے اوپر سوار کرلیا۔ اس طرح انہوں نے
پھل توڑے تو بتاؤ! عذاب کس کو ہونا چاہیے؟ وہ دونوں عرض کریں گے: دونوں کو عذاب ہونا
چاہیے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: پس تم دونوں (روح وجسم) ہی عذاب کے مستحق ہو، کیونکہ دونوں
مجرم ہو۔ (۱۴۵)

امام اہلِ سنّت، امام احمد رضا خان رحمہ اللہ تعالیٰ ایک سوال کے جواب میں فرماتے
ہیں: عذاب وثواب روح وجسم دونوں کے لیے ہے۔ جو فقط روح کے لیے مانتے ہیں، گمراہ
ہیں۔ روح بھی باقی، اور جسم کے اجزاءِ اصلیہ بھی باقی۔ اور جو خاک ہوگئے، وہ بھی فنائے
مطلق نہ ہوئے، بلکہ تفرّقِ اِتّصال ہوا، اور تغیّرِ ہیأت۔ پھر استحالہ کیا ہے؟ حدیث میں روح و
جسم، دونوں کے مُعذَّب ہونے کی یہ مثال ارشاد فرمائی کہ ایک باغ ہے، اُس کے پھل کھانے
کی ممانعت ہے، ایک لُنجھا ہے، کہ پاؤں نہیں رکھتا، اور آنکھیں ہیں۔ وہ اُس باغ کے باہر پڑا
ہوا ہے۔ پھلوں کو دیکھتا ہے، مگر اُن تک جا نہیں سکتا۔ اتنے میں ایک اندھا آتا ہے، اُس لُنجھے
نے اُس سے کہا: تو مجھے اپنی گردن پر بٹھا کر، لے چل! میں تجھے رستہ بتاؤں گا! اُس باغ کا
میوہ، ہم تم دونوں کھائیں گے۔ یوں وہ اندھا اُس لُنجھے کو لے گیا، اور میوے کھائے۔ دونوں
میں کون سزا کا مستحق ہے؟ دونوں ہی مستحق ہیں۔ اندھا اسے نہ لے جاتا، تو وہ نہ جاسکتا۔
اور لُنجھا، اُسے نہ بتاتا، تو وہ نہ دیکھ سکتا۔ وہ لُنجھا روح ہے، کہ ادراک رکھتی ہے، اور افعال
جوارح نہیں کرسکتی۔ اور وہ اندھا بدن ہے کہ اَفعال کرسکتا ہے، اور ادراک نہیں رکھتا۔ دونوں کے
اجتماع سے معصیت ہوئی، دونوں ہی مستحق سزا ہیں۔ (واللہ تعالیٰ اعلم) (۱۴۶)

۱۴۵۔ التذکرۃ، باب قول النبیّ ﷺ من سرّہ اَن ینظر الٰی یوم القیمۃ ۔۔۔ الخ، ص ۲۰۹
۱۴۶۔ الفتاوٰی الرضویّۃ المخرّجۃ ۹/۶۵۸

خلاصۂ مبحث

مذکورہ گفتگو سے مندرجہ ذیل اُمور ثابت ہوئے:

(۱) انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام پر صدقِ وعدہ ﴿كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ﴾ (۱۴۷) کے تحت موت ضرور طاری ہوتی ہے، لیکن قبضِ روح کے بعد ان کی اَرواح دوبارہ اجسامِ مبارکہ میں لوٹا دی جاتی ہے۔ پس انبیاءِ کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام حقیقی، حِسّی، دنیاوی حیات سے متصف ہیں۔ اُن کی یہ حیات شہداء کی حیات سے بھی اعلیٰ اور بلند وبالا ہے۔

(۲) شہداءِ کرام بھی حیاتِ جسمانی رکھتے ہیں۔ اور اُن کی اِس حیات پر قرآن مجید ناطق ہے۔

(۳) اولیاءِ کرام رحمھم اللہ تعالیٰ اجمعین کو بھی بعدِ وصال حیاتِ جسمانی عطا کی جاتی ہے۔ اور یہ حضراتِ قُدسیہ بھی بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ (آل عمران: ۳/۱۶۹) کے مشمول ہیں۔ اگر چہ کہ اِن حضرات کا درجہ، شہداء سے کم ہے، کیونکہ شہداء کی اَرواح جنّت میں کھاتی پیتی ہیں۔ جبکہ دیگر کو قبر میں جنّت کی نعمتیں عطا کی جاتی ہیں۔ کما بیّنہ حکیم الأمۃ فی "المِرآۃ شرح المشکاۃ"

(۴) عام مؤمنین کی حیات روحانی ہوتی ہے۔ اُن کے اَجسام عمومًا مٹی ہو جاتے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اُن کے اجزاءِ اصلیّہ ''عَجْبُ الذَّنب'' کو باقی رکھتا ہے، اور روح کا اُن اجزاءِ اصلیّہ سے تعلّق ہوتا ہے۔ پس نیک وصالح ہونے کی صورت میں تنعیم (انعام) ''عجب الذّنب'' پر ہوتی ہے، اور روح اُس کا لطف ومزہ محسوس کرتی ہے۔ اور گُناہگار ہونے کے باعث، عذاب کا معاملہ ہو، تب بھی عَجْبُ الذَّنب پر عذاب کا سلسلہ ہوتا ہے۔ اور روح چونکہ اُس سے متعلّق ہوتی ہے، پس وہ بھی اس کا درد اور الم محسوس کرتی ہے۔

(۵) کفّار کے اجسام کا بھی جزءِ اصلی یعنی عَجْبُ الذَّنب باقی رہتا ہے۔ اور روح کا تعلّق عجب الذنب کے ساتھ کر دیا جاتا ہے اُسی پر عذابوں کا ترتّب ہوتا ہے، جس کی تکلیف اذیّت، روح وجسم محسوس کرتی ہے۔

۱۴۷۔ العنکبوت: ۲۹/۵۷

روح کیا ہے؟

امام اہلِ سنّت متوفی ۱۳۴۰ھ شارحِ بخاری علامہ عینی کے حوالے سے لکھتے ہیں: روح ایک جوہرِ لطیف نورانی ہے کہ علم، سمع، و بصر وغیرہا تمام ادراکات رکھتی ہے، کھانے پینے سے بے نیاز، گھلنے بڑھنے سے بَری ہے۔ اِسی لئے فنائے بدن کے بعد باقی رہتی ہے کہ اسے بدن کی طرف اصلاً احتیاج نہیں، ایسا جوہر عالمِ آب و گل سے نہیں ہوتا، بلکہ عالَمِ ملکوت سے، تو اُس کی شان یہ ہے کہ بدن کا خلل پذیر ہونا، اِسے کچھ نقصان نہ پہنچائے، جو بات موافق ہو، اُس سے لذّت پائے، جو مخالف ہو، اس سے درد پہنچے۔ (۱۴۸)

امام عبداللہ بن مبارک نے اپنی سند کے ساتھ حدیث پاک بیان کی کہ ''بیشک دنیا، کافر کی بہشت، اور مسلمان کا قید خانہ ہے۔ جب مسلمان کی جان نکلتی ہے، تو اس کی مثال ایسی ہے، جیسے کوئی شخص زندان میں تھا، اب آزاد کر دیا گیا، تو زمین میں گشت کرنے، اور بافراغت چلنے پھرنے لگا۔ (۱۴۹)

امام ابوبکر احمد بن حسین بیہقی متوفی ۴۵۸ھ اپنی سند کے ساتھ حضرت سعید بن مسیّب رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں: حضرت سلمان فارسی وحضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہما باہم ملے، ایک نے دوسرے سے کہا کہ اگر مجھ سے پہلے انتقال کرو، تو مجھے خبر دینا کہ وہاں کیا پیش آیا؟ کہا: کیا زندے اور مردے بھی ملتے ہیں؟ کہا: ہاں! مسلمان کی روحیں، تو جنّت میں ہوتی ہیں، انہیں اختیار ہوتا ہے، جہاں چاہیں، جائیں۔ (۱۵۰)

امام جلال الدین سیوطی متوفی ۹۱۱ھ نے اپنی سند کے ساتھ روایت کیا: بیشک مسلمانوں کی روحیں زمین کے برزخ میں ہیں جہاں چاہتی ہیں جاتی ہیں۔ اور کافر کی روح سجّین میں مُقیّد ہوتی ہے۔ (۱۵۱)

۱۴۸۔ الفتاوی الرّضویّة المخرّجة، فی ضمن الرّسالة المبارکة المسمّاة "الوفاق بین سماع الدّفین وجواب الیمین"، ۹/۸۸۹

۱۴۹۔ کتاب الزّھد والرّقائق لابن المبارک، باب فی طلب الحلال، برقم: ۵۵۲، ص ۳۲۰

۱۵۰۔ شعب الأیمان، باب التوکّل والتّسلیم، برقم: ۱۲۹۳، ۲/ ۴۸۹

۱۵۱۔ شرح الصّدور، باب مقرّ الأرواح، ص ۲۳۶

مالک بن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے راوی، فرمایا: مجھے حدیث پہنچی ہے کہ مسلمانوں کی روحیں آزاد ہیں، جہاں چاہتی ہیں، جاتی ہیں۔(۱۵۲)

امام جلال الدین سیوطی ''شرح الصدور'' میں نقل کرتے ہیں: شہیدوں کی روحیں جنت میں ہیں۔ اور مسلمانوں کی فنائے قبور پر، جہاں چاہیں، آتی جاتی ہیں۔(۱۵۳)

علامہ مناوی ''فیض القدیر، شرح جامع صغیر'' میں فرماتے ہیں: بیشک جب روح اس قالب سے جُدا، اور موت کے باعث قیدوں سے رہا ہوتی ہے، جہاں چاہتی ہے، جا سکتی ہے۔(۱۵۴)

خاتمۃ المحدّثین، شیخ مُحقق شیخ عبدالحق مُحدِّث دہلوی متوفی ۱۰۵۲ھ فرماتے ہیں: میّت کے دنیا سے جانے کے بعد، سات دن تک اُس کی طرف سے صدقہ کرنا مستحب ہے۔ میّت کی طرف سے صدقہ، اُس کے لیے نفع بخش ہوتا ہے۔ اِس میں اہلِ علم کا کوئی اختلاف نہیں، اِس بارے میں صحیح احادیث وارد ہیں، خصوصاً پانی صدقہ کرنے کے بارے میں۔ اور بعض علماء کا قول ہے کہ میّت کو صرف صدقہ اور دعا کا ثواب پہنچتا ہے۔ اور بعض روایات میں آیا ہے کہ رُوح شب جمعہ کو، اپنے گھر آتی ہے، اور انتظار کرتی ہے کہ اُس کی طرف سے صدقہ کرتے ہیں یا نہیں واللہ تعالیٰ اعلم(۱۵۵)

ارواح کی قیام گاہ کے متعلق آثار، اور اقوالِ علماء کا بیان

علامہ قرطبی رحمہ اللہ نے فرمایا کہ بعض علماء کہتے ہیں کہ تمام مؤمنین کی ارواح ''جنّتُ المأویٰ'' میں ہیں۔ اِس جنّت کو جنّت المأویٰ اس لیے کہتے ہیں کہ اس میں مؤمنین کی روحوں نے پناہ لے رکھی ہے، اور وہ وہاں قیام کرتی ہیں۔ جنّتُ المأویٰ عرش کے نیچے ہے، اُس میں رہنے والے، اُس کی نعمتوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں، اور اُس کی خوشبودار، ٹھنڈی ہواؤں

۱۵۲۔ شرح الصّدور، باب مقرّ الأرواح، ص۲۳۶

۱۵۳۔ شرح الصّدور، باب مقرّ الأرواح، ص۲۳۹

۱۵۴۔ فیض القدیر شرح جامع الصّغیر، حرف الهمزة، تحت حدیث أن روحی المؤمنین الخ، برقم: ۲۲۷۴، ۲/۵۷۳

۱۵۵۔ أشعّة اللّمعات، کتاب الجنائز، باب زیارة القبور، ۱/۷۱۷-۷۱۶

سے مستفید ہوتے ہیں۔ ایمان والوں کی اَرواح، اُس جنّت میں چرتی رہتی ہیں۔ اور پھر عرش کے نیچے نور کی قندیلوں کی طرف آ کر ٹھکانہ اختیار کر لیتی ہیں۔

امام عبداللہ بن مبارک نے حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کیا، وہ بیان کرتے ہیں کہ مؤمنوں کی ارواح مخصوص قسم کے پرندوں میں ہوں گی، آپس میں ایک دوسرے کو پہچانیں گی، اور اُن کے کھانے کے لیے جنّتی پھل آئیں گے۔ (۱۵۶)

امام منصور کہتے ہیں: میں نے حضرت عبداللہ سے سوال کیا، کہ مجھے بتائیے کہ مرنے کے بعد مسلمانوں کی ارواح کہاں قیام کرتی ہیں؟ تو انہوں نے فرمایا کہ اے اہلِ عراق! اس بارے میں تمہاری کیا رائے ہے؟ میں نے کہا: میں اس بارے میں کچھ نہیں جانتا۔ تب انہوں نے فرمایا: مؤمنوں کی ارواح، سفید رنگ کے پرندوں کی صورت میں، عرش کے نیچے ہوتی ہیں۔ اور کافروں کی ارواح، ساتویں زمین میں ہیں۔ پھر انہوں نے حدیث ذِکر کی۔ (۱۵۷)

تبصرہ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: یہ روایت اُن حضرات کی دلیل ہے، جو کہتے ہیں کہ مؤمنین کی ارواح جنّت میں ہوتی ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ اس میں بھی سابقہ تأویل ہو سکتی ہے۔ اس صورت میں معنیٰ یہ ہوگا کہ شہید ہونے والے مؤمنین کی ارواح، جنّت میں ہوتی ہیں۔ اس سوال میں لفظ "الشهداء" کو پوشیدہ مان لیا جائے۔ سوال یوں بن جائے گا: میں نے کہا: مجھے شہید ہونے والے مؤمنوں کی ارواح کے بارے میں بتائیے؟'' امام اِبنِ عُیَیْنہ نے حضرت عبداللہ بن یزید سے روایت کی، وہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے سنا: شہیدوں کی اروح، سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں۔(۱۵۸)

علامہ قرطبی رحمہ اللہ تعالیٰ کہتے ہیں: حضرت سیّدنا عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: اُن (شہداء) کی ارواح سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی

۱۵۶۔ الزُّهد والرّقائق لابن المبارك، باب بشرى المؤمن عند الموت وغيز ذلك برقم: ٤٢١، ص٢٦٤

۱۵۷۔ الزُّهد والرّقائق لابن المبارك، بمارواه نعيم بن حمّاد، باب في أرواح المؤمنين برقم: ۱۷۷٦، ص: ۳۵۳، المكتبة الشّاملة

۱۵۸۔ صحيح مسلم، كتاب الجهاد، باب في بيان أنّ أرواح الشّهداء في الجنّة الخ، برقم: ۱۲۱ (۱۸۸۷) ص٧٥٤

ہیں۔اور جنّت میں جہاں چاہتی، پھرتی ہیں۔(۱۵۹)

اور حضرت سیدنا کعب بن مالک کی حدیث میں ہے: مؤمن کی روح بذاتِ خود اڑنے والی بن جاتی ہے۔(یعنی وہ خود کسی پرندے میں داخل نہیں ہوجاتی)۔(۱۶۰)

امام اَعمش نے حضرت سیّدنا عبداللہ بن مُرّہ سے روایت کی کہ حضرت عبداللہ ابن مسعود رضی اللہ تعالٰی عنہ سے، شہداء کی اَرواح کے متعلّق سوال کیا گیا، تو انہوں نے فرمایا: شہداء کی اَرواح، اللہ تعالٰی کے پاس سبز پرندے میں ہوتی ہیں، جہاں چاہتی ہیں، جنّت کے اندر چرتی پھرتی ہیں۔اور عرش کے نیچے قندیلوں کی طرف ٹھکانہ بناتی ہیں۔(۱۶۱)

امام ابن شہاب نے حضرت سیدنا کعب ابن مالک سے روایت کی کہ رسول اللہ صلّی اللہ تعالٰی علیہ وسلّم نے فرمایا: مومنین کی ارواح سبز پرندہ ہوتی ہیں، جو جنّت کے درخت سے کھاتی اور چرتی ہیں۔حتیٰ کہ اللہ تعالٰی اُسے بروزِ قیامت، اُس کے جسم میں لوٹادے گا۔(۱۶۲)

امام ابوعمر کتاب ''الاستذکار'' میں لکھتے ہیں کہ یہ تمام روایات کعب ابن مالک رضی اللہ تعالٰی عنہ کی روایت کے موافق ہیں۔اور یہ روایت، اُس روایت کی بہ نسبت، زیادہ صحیح ہے، جس میں یہ ہے کہ شُہداء کی ارواح، سبز رنگ کے پرندوں کے پیٹوں میں ہوتی ہیں۔

(علّامہ قرطبی کے نزدیک، جن احادیث میں یہ ہے کہ ارواح بذاتِ خود پرندے بن جاتی ہیں، اُن روایات سے اصح ہیں، جن میں یہ ہے کہ ارواح پرندوں کے پوٹوں اور پیٹوں میں ہوتی ہیں)۔

ابوالحسن قابسی رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ علماء نے ''فی حواصل طیر'' کی روایت کا انکار کیا ہے۔یہ روایت صحیح نہیں ہے، کیونکہ اِس سے لازم آتا ہے کہ وہ قید و بند، اور تنگی میں

۱۵۹۔ مجمع الزّوائد ومنبع الفوائد، کتاب الجهاد، باب ما تحصل به الشهادة، برقم: ۹۵٤۲، ص ۳۸۷

۱٦۰۔ کنز العمّال کتاب الموت، واحوال تقع بعده ...الخ، الفصل الاوّل فی فضیلة طول الأمل، برقم: ٤۲٦۸٤، ۲۸٥/۱٥

۱٦۱۔ سنن الترمذی، کتاب تفسیر القرآن عن رسول الله ﷺ، ومن سورة آلِ عمران برقم: ۳۰۲۲، ص ۸٥٦

۱٦۲۔ مسند عبد بن حمید، حدیث کعب بن مالک برقم: ۳۷٦، ص ۱٤۷

ہوں۔

تبصرہ: علامہ قرطبی رحمہ اللہ کہتے ہیں: میں کہتا ہوں کہ یہ روایت صحیح ہے۔کیونکہ یہ حدیث ''صحیح مسلم'' میں عادل راویوں سے مروی ہے اور یہ بھی محتمل ہے کہ ''فی'' بمعنی ''علیٰ'' ہو۔اور یہ تاویل، درست ہے کیونکہ ''فی'' قرآنِ مجید میں بمعنیٰ ''علی''، مستعمل ہے جیسے اللہ تعالٰی فرماتا ہے کہ ''وَلَاُصَلِّبَنَّکُم فِی جُذُوعِ النَّخلِ'' (۱٦۳) یعنی ''عَلٰی جُذُوعِ النَّخل'' اور یہ بھی جائز ہے کہ خود پرندے کو، ''جوف'' کہہ دیا جائے کہ وہ جوف کو محیط، اور اُس پر مشتمل ہے۔اس صورت میں مراد سواری ہے۔امام ابومحمد عبدالحق نے فرمایا کہ یہ تاویل بہت اچھی ہے۔(بعض علماء کہا کہ یہ ممکن ہے کہ باوجود اس کے کہ ارواح پرندوں کے پوٹوں میں رہیں، اور اللہ تعالٰی پرندوں کے پوٹوں کو، فضا سے کہیں زیادہ وسیع فرمادے)۔

صاحبِ ''افصاح'' کہتے ہیں، انعام یافتہ ارواح مختلف حالات میں ہیں:

(۱) کچھ تو جنّت میں اُڑنے والی ہیں، اور جنّت کے درختوں سے کھاتی ہیں۔
(۲) کچھ سبز پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔
(۳) کچھ عرش کے نیچے قندیلوں میں ٹھکانہ کرتی ہیں۔
(۴) کچھ سفید پرندوں کے پوٹوں میں ہیں۔
(۵) کچھ چڑیوں کے پوٹوں میں ہیں۔
(٦) کچھ جنتی صورتوں والے اشخاص کی شکلوں میں ہیں۔
(۷) کچھ اپنے اعمال صالحہ کی صورتوں میں ہیں۔
(۸) کچھ اپنے جسموں میں آتی جاتی رہتی ہیں۔
(۹) کچھ ارواح مُردوں سے ملاقات کرتی ہیں۔
(۱۰) کچھ حضرت میکائیل علیہ السّلام کی کفالت میں ہیں۔
(۱۱) کچھ حضرت آدم علیہ السّلام کی کفالت میں ہیں۔
(۱۲) کچھ حضرت ابراہیم علیہ السّلام کی کفالت میں ہوتی ہیں۔

امام قرطبی کہتے ہیں: یہ قول اچھا ہے کہ اِس سے، تمام احادیث میں تطبیق ہوجاتی ہے،

۱٦۳۔ طٰہٰ: ۷۱/۲۰

اور کوئی تعارُض، اور ٹکراؤ باقی نہیں رہتا۔ (واللہ اعلم) (١٦٤)

روح کے کارنامے

امام اہلِ سنّت نے فرمایا: اگر چہ حیات، و ادراک، و سماع، و ابصارِ ارواح میں، احادیث وآثار اس درجہ کثرت، ووفور سے وارد، جن کے استیعاب کو ایک مُجلّدِ عظیم، و دفترِ ضخیم درکار اور خود ان کے احاطہ واستقصا کی طرف راہ کہاں؟

یہاں احادیث میں مذکور اُن اُمور کا بیان ہے جن سے ثابت کہ روح فنا نہیں ہوتی۔ اور اُس کے افعال، وادراکات جیسے دیکھنا، بولنا، سننا، آنا جانا، چلنا پھرنا، سب بدستور رہتے ہیں، بلکہ اُس کی قوتیں، بعدِ مرگ اور صاف وتیز ہوجاتی ہیں۔ حالتِ حیات میں جو کام ان آلاتِ خاکی، یعنی: آنکھ، کان، ہاتھ، پاؤں، زبان سے لیتے تھے، اب بغیر ان کے کرتی ہے۔ اگر چہ جسم مثالی کی یاد آوری سہی، ہر چند اس مطلب نفیس کے ثبوت میں وہ بے شمار احادیث وآثار سب حجۃ کافیہ دلائل شافیہ جن میں:

١۔ بعدِ انتقال، عقل وہوش بدستور رہنا۔
٢۔ روح کا پس از مرگ آسمانوں پر جانا۔
٣۔ اپنے ربّ کے حضور سجدے میں گرنا۔
٤۔ فرشتوں کو دیکھنا۔
٥۔ اُن کی باتیں سننا۔
٦۔ اُن سے باتیں کرنا۔
٧۔ اپنے منازلِ جنّت کا پیشِ نظر رہنا۔
٨۔ نیک ہمسایوں سے نفع پانا۔
٩۔ بدہمسایوں سے ایذا اُٹھانا۔
١٠۔ ملائکہ کا اُن کے پاس تحفے لانا۔
١١۔ اُن کی مزاج پرسی کو آنا۔

١٦٤۔ التذکرۃ ،باب ماجاء أنّ أرواح الشّہداء فی الجنّۃ ۔الخ ص: ١٨٠۔١٧٥ ملخّصًا

١٢۔ اُن کا منتظرِ صدقات رہنا۔
١٣۔ قبر کا اُن سے بزبانِ فصیح باتیں کرنا۔
١٤۔ اُن کے منتہائے نظر تک وسیع ہونا۔
١٥۔ زندوں کے اعمال انہیں سنائے جانا۔
١٦۔ نیکیوں پر خوش ہونا، بُرائیوں پر غم کرنا۔
١٧۔ پسماندوں کے لیے دعائیں مانگنا۔
١٨۔ اُن کے ملنے کا مشتاق رہنا۔
١٩۔ روحوں کا باہم ملنا جلنا۔
٢٠۔ ہر گونہ کلام کے دفتر کُھلنا۔
٢١۔ منزلوں کی فصل سے آپس کی ملاقات کو جانا
٢٢۔ اگلے اموات کا مُردہ نو کے استقبال کو آنا۔
٢٣۔ اس کا گزرے قریبوں کو دیکھ کر پہچاننا، اُن سے مل کر شاد ہونا۔
٢٤۔ اُن کا اس سے باقی عزیزوں دوستوں کے حال پوچھنا۔
٢٥۔ آپس میں خوبیٔ کفن سے مُفاخَرت کرنا۔
٢٦۔ بُرے کفن والے کا، ہم چشموں میں شرمانا۔
٢٧۔ اپنے اعمالِ حَسنہ، یا سیئہ کو دیکھنا۔
٢٨۔ اُن کی صحبت سے اُنس، وفرحت یا معاذ اللہ! خوف ووحشت پانا۔
٢٩۔ عالمِ دین کا علمِ شریعت
٣٠۔ اہلسنّت کا مذہب سنّت
٣١۔ مسلمان کے دل خوش کرنے والے کا، اُس سرور وفرحت سے صُحبتِ دلکشا رکھنا۔
٣٢۔ تالیٔ قرآن کا، قرآن عظیم کی پاکیزہ طلعت سے صحبت دلکشا رکھنا۔
٣٣۔ دشمنانِ عثمان کا اپنی قبروں میں عیاذاً باللہ! دجّال پر ایمان لانا۔
٣٤۔ نیک بندوں کا، خدمتِ اقدس سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم وعباد اللہ الصالحین میں

حاضر ہونا۔

۳۵۔ اپنی قبور میں نمازیں پڑھنا۔

۳۶۔ حج کرنا، لبّیک کہنا

۳۷۔ تلاوتِ قرآن میں مشغول رہنا۔

۳۸۔ بلکہ ملائکہ کا انہیں، تمام وکمال قرآن عظیم حفظ کرانا۔

۳۹۔ اپنے ربّ جلّ جلالہ، سے باتیں کرنا۔

۴۰۔ ربّ تبارک وتعالیٰ کا، اُن سے کلامِ جانفزا فرمانا۔

۴۱۔ بیل اور مچھلی کا لڑتے ہوئے۔ اُن کے سامنے آنا، تماشا دیکھ کر، جی بہلانا۔

۴۲۔ جنّت کی نہروں میں غوطے لگانا۔

۴۳۔ جو تلاوتِ قرآن میں مشغول مرے، قرآن عظیم کا ہر وقت، اُن کی دلجوئی فرمانا، ہر صبح وشام اُن کے اہل وعیال کی خبریں انہیں پہنچانا۔

۴۴۔ دودھ پیتے شہزادے کا انتقال ہوا، جنّت کی دائیاں مقرر ہونا، مدّتِ رضاعت تمام فرمانا۔

۴۵۔ نیکوں کا شوقِ قیامت میں جلدی کرنا۔

۴۶۔ بدوں کا نامِ قیامت سے گھبرانا۔

۴۷۔ مقتولانِ راہِ خدا کے دل میں دوبارہ قتل کی آرزو ہونا۔

۴۸۔ مسلمانوں کا سبز، یا سپید پرندوں کے روپ میں، جہاں چاہنا اُڑتے پھرنا۔

۴۹۔ جنّت کے پھل، پانی کھانا پینا۔

۵۰۔ سونے کی قندیلوں میں عرش کے نیچے بسیرا لینا۔ اللّٰھم ارزقنا۔(۱۶۵)

۱۶۵۔ الفتاوی الرّضویّۃ المخرّجۃ ، فی ضمن الرّسالۃ المبارکۃ المسّماۃ "حیات الموات فی بیان سماع الأموات"، ۹/ ۷۰۵۔۷۰۳

مآخذ ومراجع

۱۔ اتحاف السّادة المتّقين شرح احياء علوم الدّين للعلامة محمد بن محمد حسينى زبيدى (ت ۱۲۰۵ھ)، دار الكتب العلميّة ،بيروت

۲۔ إكمال إكمال المعلم للأمام أحمد بن محمّد بن حجرالهيثمى المكى الشّافعى (ت ۹۷۳) مطبوعة دارالكتب العلميّة ، بيروت

۳۔ أسد الغابة فى معرفة الصّحابة، للإمام عزّالدّين بن الأثيرابى الحسن علي بن محمّدالخزرى (ت ۶۳۰ھ)، دارالفكر، بيروت ۱۴۲۳ھ۔ ۲۰۰۳م

۴۔ الإصابة فى تميز الصّحابة، للإمام الحافظ شهاب الدّين أحمد بن على بن حجر العسقلانى (ت ۸۵۴ ھ)، بتحقيق صدقى جميل العطّار، دارالفكر، بيروت،الطّبعة الأولى ۱۴۲۱ھ۔ ۲۰۰۱م

۵۔ أحسن الوعاء لأداب الدّعاء، للعلّامة نقى على خان بن العلّامة محمد رضا على خان الحنفى (ت ۱۲۹۷ھ)، بتحقيق جماعة من علماء جامعة المدينة، مكتبة المدينة، كراتشى ،باكستان ،سِنُ الطبع ۱۴۳۰ھ

۶۔ البدور السّافرة فى أحوال الآخرة، للإمام العلّامة جلال الدّين عبد الرّحمن بن أبى بكر السّيوطى (ت ۹۱۱ ھ)، بتحقيق أبى عبد اللّٰه محمد حسن محمد حسن إسماعيل الشّافعى ، المكتبة الحقّانيّة ،محلّه جنكى ،بشاور ،باكستان

۷۔ بهار شريعت لصدر الشّريعة المفتى أمجد على الأعظمى (ت ۱۳۶۷ھ)، بتحقيق جماعة من علماء جامعة المدينة، مكتبة المدينة ،كراتشى ،باكستان ، الطّبعة الأولى ۱۴۲۹ھ ۔۲۰۰۸م

۸۔ التّذكرة فى أحوال الموتى وأمور الآخرة، للعلّامة أبى عبد اللّٰه محمد بن أحمد (ت ۶۷۱ھ) مكتبة مكّة المكرّمة ،كوئته ،باكستان

۹۔ التّرغيب والتّرهيب من الحديث الشّريف، للعلّامة الحافظ ذكىّ الدّين عبد العظيم بن عبد القوى المنذرى (ت ۶۰۱ ھ) بتحقيق سعيد محمد اللّحام، دار الفكر ،بيروت الطّبعة الأولى ۱۴۲۱ ھ ۔ ۲۰۰۰ م

۱۰۔ تفسير المظهرى ، للقاضى محمد ثناء اللّٰه العثمانى الحنفى (ت ۱۲۲۵ھ)، دار أحياء التّراث العربىّ ،بيروت ،الطّبعة الأولى ۱۴۲۵ھ۔ ۲۰۰۴م

۱۱۔ تفسير البغوى ، المسمّى معالم التّنزيل للإمام أبى محمد الحسين بن مسعود الفرّاء البغوى الشّافعى (ت ۵۱۶ ھ)، بتحقيق خالد عبدالرحمن العك ،مروان سوار، اداره تأليفات أشرفيه، ملتان، باكستان

۱۲۔ الجامع لأحكام القرآن ، المعروف بتفسير القرطبى، للإمام أبى عبد اللّٰه محمد بن أحمد الأنصارى القرطبى (ت ۶۷۱ ھ)، بتحقيق الشّيخ هشام سمير البخارى، أحياء التّراث العربىّ ،الطّبعة الأولى ۱۴۱۶ ھ ۔۱۹۹۰ م

١٣۔ الجامع لشعب الإيمان ، للإمام الحافظ أبي بكر أحمد بن الحسين البيهقي (ت٤٥٨هـ)، بتحقيق الدكتور عبد العلي عبد الحميد حاسر، مكتبة الرّشد ،الرّياض، الطّبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔ ٢٠٠٣م

١٤۔ جلاء الأفهام في الصّلاة والسّلام على خير الأنام، للشيخ أبي عبد الله محمد بن أبي بكر بن أيوب الدّمشقي المعروف بابن القيّم (ت٧٥١هـ)، دار الكتب العلميّة ، بيروت

١٥۔ الجامع الصّغير في أحاديث البشير والنّذير، للإمام العلّامة جلال الدّين عبد الرّحمن بن أبي بكر السّيوطي (ت ٩١١هـ)، دار الكب العلميّة ،بيروت ، الطّبعة الأولى ١٤٢٣هـ۔ ٢٠٠٢م

١٦۔ الحاوي للفتاوى ، للإمام جلال الدين السيوطي الشّافعي (ت٩١١ هـ)، فاروقي كتب خانه ،ملتان ،باكستان

١٧۔ الزّهد والرّقائق ، للإمام عبدالله ابن مبارك المروزي (ت ١٧٩ هـ)، بتحقيق الشّيخ أحمد فريد ، دار العقيدة ،القاهرة ،الطّبعة الأولى ١٤٢٥هـ ۔٢٠٠٤م

١٨۔ سُنَن التّرمذي ، للإمام المحدّث أبي عيسى محمد بن عيسى بن سَورَة (ت٢٩٧ هـ)، بتحقيق صدقي جميل العطّار،دارالفكر،بيروت،الطّبعة الأولى ١٤٢٥۔١٤٢٦هـ۔ ٢٠٠٥م

١٩۔ سُنَن أبي داؤد ، للإمام أبي داؤد سليمان بن أشعث السّجستاني الأزدي (ت٢٧٥هـ)، بتحقيق صدقي جميل العطّار،دارالفكر،بيروت،الطّبعة الأولى١٤٢٥۔١٤٢٦هـ۔ ٢٠٠٥م

٢٠۔ سُنَن ابن ماجة ، للإمام الحافظ أبي عبدالله محمد بن يزيد القزويني (ت۔٢٧٥هـ)، بتحقيق أحمد شمس الدّين ،دار الكتب العلميّة ،الطّبعة الثّالثة ٢٠٠٨م

٢١۔ شرح الصّدور ، شرح الموتىٰ و القبور للعلّامة جلال الدّين عبد الرّحمن بن أبي بكر السّيوطي (ت ٩١١ هـ)، بتحقيق جماعة من العلماء بأشراف النّاشر، مركز أهل السّنّة بركات رضا ،فور بند ،غجرات، الهند، الطّبعة الأولى

٢٢۔ صحيح البخاري ، للإمام أبي عبدالله محمد بن إسماعيل الجعفي (ت٢٥٦ هـ)، بتحقيق محمود محمد محمود حسن نصّار ، دارالكتب العلميّة،بيروت،الطبعة السّادسة ١٤٣٠هـ ۔ ٢٠٠٩م

٢٣۔ صحيح مسلم، للإمام أبي الحسين مسلم بن الحجّاج القشيري النّيسابوري (ت٢٦١هـ)، دار الكتب العلميّة،بيروت، الطّبعة الرّابعة ١٤٢٧هـ۔ ٢٠٠٦م

٢٤۔ الفتاوى الرّضويّة (المخرّجة)، للإمام أحمد رضاخان الحنفي القادري (ت١٣٤٠هـ/١٩٢١م)، رضا فاونديشن،الجامعة النّظاميّة الرّضويّة،لاهور،باكستان

٢٥۔ فيض القدير ، للإمام العلّامة محمد عبد الرءوف المناوي (ت١٠٣١ هـ)، بتحقيق أحمد عبدالسّلام، دار الكتب العلميّة ،بيروت ،الطّبعة ١٤٢٢هـ۔ ٢٠٠١م

٢٦۔ الفتاوى الحديثيّة، للإمام أحمد بن محمّد بن حجر الهيتمي المكّي الشّافعي (ت٩٧٣هـ)، مير محمّد كتب خانه، آرام باغ ، كراتشي۔

٢٧۔ كنزالإيمان في ترجمة القرآن، للإمام أحمد رضاخان البريلوي (ت١٣٤٠هـ/

روحانی علاج گاہ
ھوالشافی ھوالقادر
تعویذاتِ رضویہ و استخارہ
پیرِ طریقت علامہ مولانا
ذوالفقار مصطفیٰ ہاشمی قادری
خلیفہ مجاز آستانہ عالیہ بریلی شریف
ہر قسم کے نفسیاتی، روحانی، سماجی، سحر زدہ، بدنی امراض، گھریلو لڑائی جھگڑے
اور اولاد کا نہ ہونا، شادی نہ ہونا، بچوں کے امراض، اولاد کی نافرمانی، معاشی
معاشرتی، تعلیمی مسائل کا علاج اور تمام قسم کی بندش کا توڑ فی سبیل اللہ کیا جاتا ہے
مرد حضرات ہر اتوار صبح 10 تا 12 بجے رابطہ فرمائیں
خواتین ہر منگل صبح 10 تا دوپہر 1 بجے رابطہ فرمائیں
ایڈریس برائے رابطہ
مرکز اہلسنت مرکزی جامع مسجد کنزالایمان (رجسٹرڈ)
نزد محمد علی چوک کالج روڈ I-B-1 جوہر ٹاؤن لاہور
ایڈریس برائے رابطہ
مرحبا شادی ہال کالج روڈ ٹاؤن شپ لاہور
0333-0321-4418076
عثمان فلیکس اینڈ پرنٹرز
0322-4144910